عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۴ | ۱۸ تا ۲۴ صفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق یکم تا ۷ دسمبر ۲۰۱۵ء | شمارہ: ۴۵

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر

شیر علی شاہؒ کی رحلت

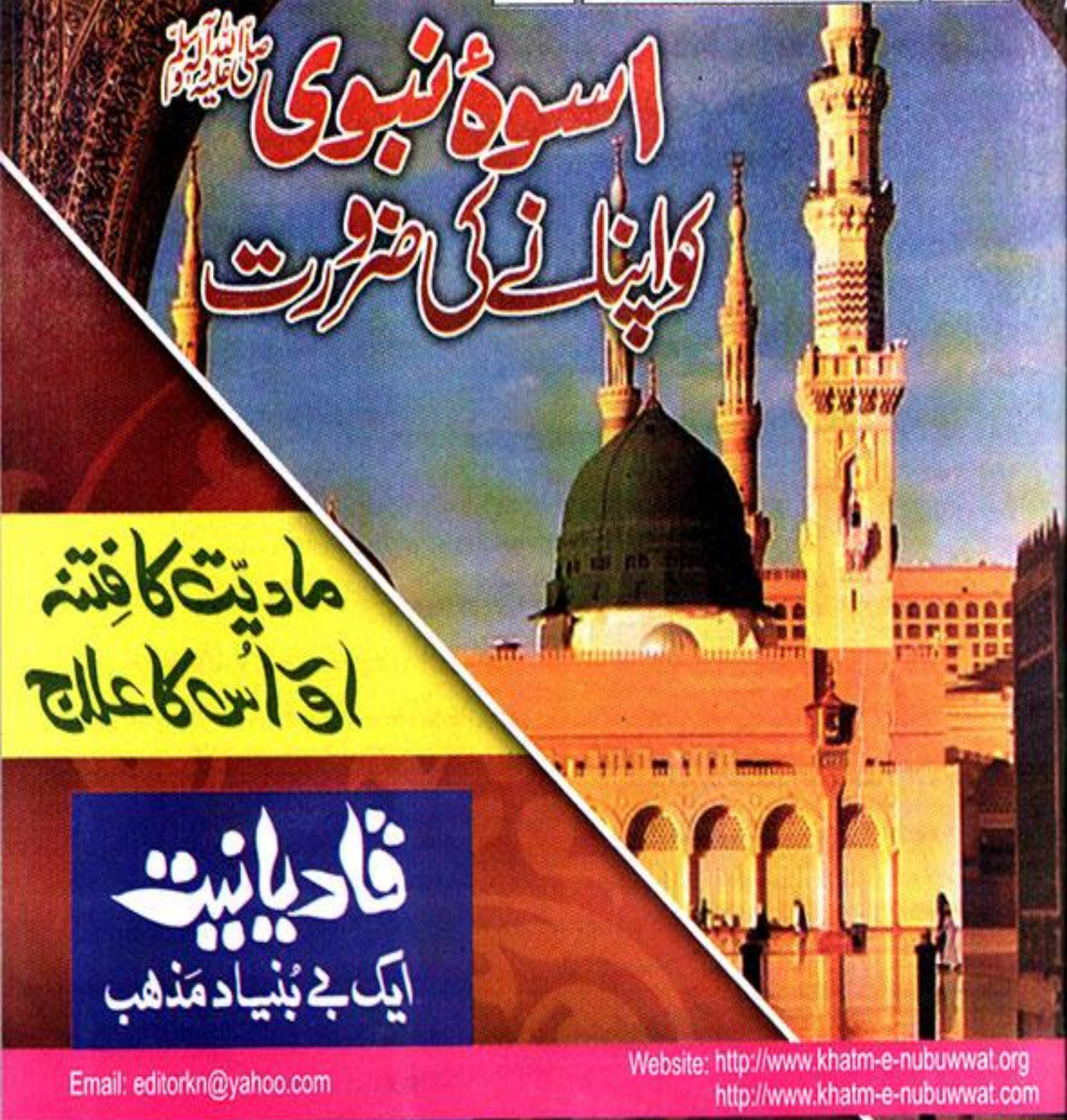

اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنانے کی ضرورت

مادیت کا فتنہ اور اُس کا علاج

قادیانیت

ایک بے بُنیاد مذہب

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

ماہ صفر المظفر کامیابی اور خیر و برکت کا مہینہ

س:...... کیا کسی حدیث میں ماہ صفر المظفر کو منحوس قرار دیا گیا ہے؟ کچھ لوگ اس قسم کی حدیث بیان کر کے صفر کو منحوس کہتے ہیں اور اس بات کو بڑھا چڑھا کر بتاتے ہیں، کیا یہ صحیح بات ہے یا نہیں؟

ج:...... اسلام میں نہ تو کوئی لمحہ اور دن منحوس شمار کیا جاتا ہے، نہ کوئی مہینہ اور نہ ہی دنیا کی کوئی چیز یعنی اسلام کسی بھی شے کی نحوست کا ہرگز قائل نہیں۔ ہاں اگر نحوست ہے تو وہ انسانوں کے اپنے اعمال بد میں ہے اور اس کے گناہوں کی نحوست ہے۔ ماہ صفر المظفر کی نحوست کے بارے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں۔ اس سلسلہ میں جو لوگ پروپیگنڈا کرتے ہیں وہ بالکل غلط ہے۔ ماہ صفر کو صفر المظفر یا صفر الخیر کہا جاتا ہے، یعنی کامیابی اور خیر و برکت کا مہینہ۔

ماہِ صفر المظفر میں شادی بیاہ کو بُرا سمجھنا

س:...... ہمارے خاندان میں ماہ صفر میں شادی کرنے کو بُرا سمجھا جاتا ہے، اسی طرح محرم میں بھی شادی نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ یہ غم کا مہینہ ہے، اس میں خوشی کی تقریب کرنا منع ہے۔ کیا یہ بات شرعاً درست ہے؟ کیا شریعت نے ان مہینوں میں شادی بیاہ کرنے سے منع کیا ہے؟

ج:...... شریعت میں ایسا کوئی مہینہ نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا وقت بتایا گیا ہے کہ جس میں شادی کرنے سے منع کیا گیا ہو۔ یہ رسم لوگوں کی خود ایجاد کردہ ہے جو کہ شرعاً ناجائز ہے۔ اس کی پابندی کرنا یا اس کو درست سمجھنا گناہ ہے۔

ماہ صفر کو منحوس سمجھنا جاہلیت کی رسم ہے

س:...... ماہ صفر کے شروع کے تیرہ دنوں کو ”تیرہ تیزی“ کہا جاتا ہے یعنی یہ دن منحوس سمجھے جاتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

ج:...... ماہ صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنا زمانہ جاہلیت کی رسم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم کو اپنانے اور ایسا عقیدہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

”عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاعدوی.....ولا صفر.“ (مشکوٰۃ،ص:۳۹۲)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں ہے بیماری کا لگنا.... اور نہ ماہ صفر کا منحوس ہونا۔“

جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کے فضائل

س:...... جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کی کیا فضیلت ہے؟

ج:...... حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے گا تو دونوں جمعوں کے درمیان اس کے لئے ایک نور چمکتا رہے گا۔ علامہ طیبیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ نور اس شخص کے دل میں ہوگا یا قبر میں یا میدانِ حشر میں یعنی اس وقت یہ نور اس شخص کے لئے مددگار ہوگا۔

”عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قرأ سورة الكهف في يوم الجمعة اضاء له النور مابين الجمعتين.“ (رواه البيهقي قوله اضاء له في القلبه او في قبره او يوم حشره اه) (مشکوٰۃ،ص:۱۸۹)

واللہ اعلم بالصواب

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۴ — ۱۸تا۲۴؍صفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق یکم تا ۷؍دسمبر ۲۰۱۵ء — شمارہ:۴۵

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہؒ کی رحلت	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ
اسوۂ نبوی ﷺ کو اپنانے کی ضرورت	۸	مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی
مادیت کا فتنہ اور اس کا علاج	۱۲	علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ
قادیانیت: ایک بے بنیاد مذہب	۱۴	مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
عدل و انصاف کی باتیں	۱۷	مولانا محمد خالد ندوی
صاحب پیغام قوم کی صفات	۲۰	مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی
حضرت مولانا سید نظام الدینؒ کی رحلت	۲۲	مولانا شمس الحق ندوی
مرزائیت اور عدالتی فیصلے (۲)	۲۴	مولانا شاہ عالم گورکھپوری

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

تعارف، حیات وخدمات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

شیخ الحدیث، بزرگ عالم دین، روحانی شخصیت، عظیم مدبر، مفسر، عالمی اسکالر، جہادِ افغانستان کے روحِ رواں، مجاہدین افغانستان کے سرپرست وعظیم راہنما، اکابر واسلاف کی روایات کے امین، تواضع وانکسار کے پیکر، حضرت مولانا عبدالحقؒ کے تلمیذ وبااعتماد رفیق، مدینہ یونیورسٹی کے فاضل حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب چند دن علیل رہنے کے بعد رحمن میڈیکل انسٹی ٹیوٹ پشاور میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، إن للّٰہ ما أخذ ولہٗ ما أعطی وکل شیء عندہٗ بأجل مسمّٰی۔

بلاشبہ یہ اسلام کا اعجاز ہے کہ اسلام کے ہر دور میں علم وتحقیق کے آفتاب وماہتاب چمکتے رہے اور اسلام کی زرخیز زمین میں ایسی ہستیاں نمودار ہوتی رہیں جن سے علوم ومعارف کے جواہرامت کو ملتے رہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں صرف متحدہ ہندوستان کی سرزمین نے حضرت شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ جیسے بحرالعلوم، جامع کمالات اور علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر پیدا کرکے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اس آخری دور میں دیوبند، سہارن پور، گنگوہ، نانوتہ، تھانہ بھون اور دہلی میں کیسی کیسی ہستیاں ظہور میں آئیں! جن کی نظیر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی اور اس کے بعد ہمارے ملک پاکستان کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسی علمی ہستیوں سے نوازا تھا، جن کے لئے بجاطور پر کہا جاسکتا ہے کہ وہ جبال العلم والعمل تھیں، جیسے محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا شمس الحق افغانی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی، حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، حضرت خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد، حضرت مولانا عبدالستار تونسوی نوراللہ مراقدہم، جن میں سے ہر ایک پوری جماعت کا کام کرتا نظر آتا تھا، جن کے اخلاص وتقویٰ اور علوم نبوت میں کمال کو دیکھ کر قرونِ اولیٰ کا شبہ ہونے لگتا ہے، آج ان کے علوم وحقائق اور علمی خصائص وکمالات کو سمجھنے والے بھی خال خال رہے اور جو حضرات ان اکابر کے علوم وفنون کو سمجھنے والے تھے وہ یکے بعد دیگرے اس دنیا سے رخصت ہورہے ہیں۔ اس پرآشوب اور قحط الرجال کے زمانہ میں ایسی باخدا ہستیاں، عالم باعمل، جامع العلم، ماہر الفنون، حق تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے جفاکش، محنت وعرق ریزی کے ساتھ علوم دینیہ کی خدمت کرنے والے کہاں سے آئیں گے؟! نہ مال کی محبت نہ جان کی رغبت، نہ وجاہت کی خواہش، صرف علوم دینیہ کی خدمت زندگی کا مقصد ہو، ایسے بزرگ اب کہاں؟!

ایسے خدامست اور سرفروش علمائے کرام کے دنیا سے اٹھ جانے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامات میں سے شمار کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’إن من أشراط الساعۃ أن یرفع العلم ویکثر الجہل ویکثر الزنا ویکثر شرب الخمر ویقل الرجال ویکثر النساء حتی یکون لخمسین امرأۃ القیم الواحد۔‘‘ (مشکوٰۃ، ص:۴۶۹)

ترجمہ: ’’قیامت کی علامات میں سے ہے کہ علم اُٹھ جائے گا اور جہالت بڑھ جائے گی، زنا کی کثرت ہوگی، شراب پینے میں زیادتی ہوگی،

مرد کم ہو جائیں گے، عورتیں زیادہ ہو جائیں گی یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ایک ہی ذمہ دار ہوگا۔‘‘

دوسری حدیث جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۲:’’إن اللّٰہ لایقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من قلوب العباد ولکن یقبضہ بقبض العلماء، حتی إذا لم یبق عالمًا اتخذ الناس رؤسًا جھالًا فسئلوا فأفتوا بغیر علم فضلوا و أضلوا‘‘۔ (مشکوٰۃ ص:۳۳)

ترجمہ:’’بے شک اللہ تعالیٰ اس علم کو اس طرح قبض نہیں کرے گا کہ بندوں کے سینوں سے چھین لے بلکہ قبض علم کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ علماء کو اٹھاتا رہے گا یہاں تک کہ جب ایک عالم بھی باقی نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے، ان سے سوالات ہوں گے، وہ بغیر جانے بوجھے فتویٰ دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔‘‘

موجودہ دور میں جب کہ علماء ربانی اور صلحائے امت یکے بعد دیگرے اُٹھتے جارہے ہیں آنحضرت ﷺ کی بیان فرمودہ علامات قیامت روز روشن کی طرح بالکل واضح ہوکر سامنے آرہی ہیں، ان چند سالوں میں صرف پاکستان کی حد تک کتنا علمی شخصیات کس قدر تیزی سے ہم سے رخصت ہوگئی ہیں! ان اکابر کا اس تیزی سے ہمارے درمیان سے اُٹھ جانا اور دنیا کا اہل علم سے خالی ہوجانا کسی طوفان بلاخیز کا پیش خیمہ معلوم ہوتا ہے، اس لئے ہمیں توبہ، انابت، رجوع الی اللہ اور اصلاح اعمال کی طرف متوجہ ہوکر اپنی بداعمالیوں پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا چاہئے۔

حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحبؒ کے حالات زندگی کے بارہ میں حضرت مولانا عرفان الحق صاحب کی تحریر سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

’’۱۱ رشعبان ۱۳۴۹ھ،۱۹۳۰ء میں مولانا قدرت شاہ کے ہاں اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے، فقہ اور فارسی نظم کی کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔ نظم فارسی کی چند کتابوں میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب المعروف بہ ’’قصابانو حاجی صاحب‘‘ سے استفادہ کیا، یہ بزرگ فارسی، عربی اور ترکی تینوں زبانوں کے ماہر تھے اور کئی سال تک بغداد میں حضرت الشیخ گیلانی کے نواسوں کو ابتدائی کتابیں پڑھا چکے تھے۔ شیخ الجامعہ پیر کرم شاہ المعروف باچاگل صاحب سے بھی کچھ اسباق پڑھے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سے بھی اس وقت کچھ کتابیں پڑھیں، جب وہ شعبان ۱۳۶۶ھ میں دیوبند سے تعطیلات گزارنے اپنے گھر آئے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد جب بعض طلباء ان سے پڑھنے کے لئے اکوڑہ خٹک آئے اور دارالعلوم حقانیہ معرض وجود میں آیا تو پھر باقاعدہ تمام کتابیں دارالعلوم حقانیہ ہی میں مختلف اساتذہ سے پڑھیں، گویا آپ دارالعلوم حقانیہ کے ابتدائی طالب علموں میں سے ہیں۔

۱۳۷۲ھ میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب سے دورۂ حدیث پڑھا، دورۂ حدیث کے سال کے امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی، فراغت کے بعد تقریباً تین ماہ آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور کے اساتذہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب بانی ومہتمم اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی سے استفادہ کیا۔

فراغت کے بعد ۱۱رشوال ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۳ر اپریل ۱۹۵۴ء کو دارالعلوم حقانیہ میں ۳۰روپیہ مشاہرہ کے ساتھ تدریس شروع کی۔ ترجمہ وتفسیر آپ نے ۱۳۷۸ھ میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے پڑھی پھر ۱۳۸۲ھ میں استاذ العلماء حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ سے استفادہ کیا اور سند حاصل کی، شیخ التفسیر حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ سے بھی تفسیر پڑھی، دوران درس مشہور مناظر مولانا لال حسین اخترؒ سے رد قادیانیت وملاحدہ وعیسائیت کے اسباق بھی لئے اور بعد میں اس قسم کے مختلف مناظروں میں شرکت بھی کی جن میں کامیابی حاصل کی۔

۱۳۹۳ھ میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ لینے کے بعد عازم مدینہ ہوئے، وہاں پندرہ سولہ برس تک مختلف شعبہ جات میں استفادہ کرتے ہوئے ماسٹرز اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں نمایاں کامیابیوں سے حاصل کیں۔ اس دوران آپ نے مسجد نبوی (ﷺ) میں درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا، فراغت کے بعد ۱۴۰۷ھ میں آپ کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی طرف سے دارالعلوم کراچی میں بطور استاذ تعینات کیا گیا، بعد میں آپ نے احسن العلوم اور منبع العلوم میران شاہ میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔ شوال ۱۴۱۷ھ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ کی علالت وفالج کے بعد دارالعلوم حقانیہ میں مولانا سمیع الحق صاحب کی کوششوں سے سعودی حکومت کی طرف سے تعیناتی ہوئی۔ آپ کی تصنیفات میں مکانۃ الحیۃ فی الإسلام، تفسیر الحسن البصری، زبدۃ

القرآن، حول حرکۃ طالبان، زادا لمنتهی شرح ترمذی، تفسیر سورۃ الکهف وغیرہ عربی میں ہیں۔تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں ۱۹۷۷ء میں دو ماہ تک پابند سلاسل بھی رہے۔“

....

حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب آنکھوں کے آپریشن کے سلسلہ میں کراچی تشریف لائے ہوئے تھے، آپ کو معلوم ہوا کہ آج عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے سابق امیر مرکزیہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی قدس سرہ کی علمی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے گل بہار لان میں ایک سیمینار منعقد ہو رہا ہے تو آپ اس میں تشریف لائے اور سامعین سے پرمغز اور پراثر خطاب بھی فرمایا۔قارئین کے افادہ کے لئے اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے، آپ نے فرمایا:

”میں مدینہ منورہ میں تھا، چھٹیوں میں یہاں آیا ہوا تھا۔قاری سعید الرحمنؒ کی ملاقات کے لئے راولپنڈی گیا تو قاری صاحبؒ نے بتایا کہ آج حضرت بنوریؒ ختم نبوت کے اجلاس میں شرکت کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ہم ایئرپورٹ گئے، حضرت تشریف لائے، گاڑی میں سوار تھے۔حضرت نے قاری صاحبؒ کو کہا کہ قاری صاحب! ہوٹل میں اچھے اچھے کمرے لیں اور جو بھی مہمان آئیں ان کے لئے بہترین کھانا اور چائے کا انتظام کریں تاکہ قادیانی یہ نہ کہیں کہ گویا خادمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دولت نہیں ہے۔انہوں نے وہاں ناشتہ کیا پھر حضرت بنوریؒ نے کہا: مجھے سعودی سفارت خانہ جانا ہے۔میں اور قاری صاحب حضرت بنوریؒ کے ساتھ گئے۔ان دنوں سفارت خانے میں ریاض الخطیب سفیر تھے، انہوں نے بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ خیر مقدم کیا۔بیٹھے تو شعر و شاعری شروع ہوگئی، عربی اشعار اور عرب کے شعرا کا تذکرہ ہونے لگا، فلاں شاعر نے یہ کہا ہے، فلاں نے یہ کہا ہے، حضرت بنوریؒ کا ادبی مزاج تو بہت اونچا تھا۔کافی دیر تک اس پر باتیں ہوتی رہیں پھر حضرت بنوریؒ نے فرمایا کہ واقعی ان اشعار میں اور اس گفتگو میں تو لذت ہے لیکن میں ایک اہم کام کے لئے آیا ہوں، ریاض الخطیب متوجہ ہوئے۔فرمایا: آپ کو معلوم ہے کہ یہاں ختم نبوت کا مسئلہ ہے! میں نے تمام دُوَل اسلامیہ کے سربراہوں کو خطوط لکھے ہیں، یہاں سے اگر میں بھیجوں گا تمام سنسر ہو جائیں گے، یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ اس کو کسی طریقے سے سعودیہ سے ان تمام بادشاہوں کے نام ارسال کریں اور خاص کر شاہ فیصل (مرحوم) کو اس بات پر متوجہ کریں کہ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے، ختم نبوت کا مسئلہ ایک بنیادی مسئلہ ہے تاکہ وہ بھٹو (ذوالفقار علی بھٹو مرحوم) پر زور دیں کہ لازماً اس گمراہ طائفہ کے بارے میں وہ فیصلہ دے کہ ”یہ مرتد اور کافر ہیں۔“ انہوں نے کہا کہ یہ میری ذمہ داری ہے کل میں ویسے بھی جا رہا ہوں، یہ سب خطوط وہاں سے میں ان شاء اللہ! بھیج دوں گا اور شاہ فیصل کو اس بارے میں متوجہ کروں گا۔تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے اکابر نے اس مسئلے کو بہت اہمیت دی ہے، یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا راولپنڈی میں اسی موضوع پر جلسہ تھا۔ہم شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کے مدرسے میں پڑھتے تھے۔مولانا غلام اللہ خانؒ نے درس میں کہا کہ احراریوں سے مجھے محبت نہیں ہے، یہ توحید بیان نہیں کرتے۔ان کا عجیب مزاج تھا۔طلبا بھی عجیب ہیں، شاہ جیؒ کی خدمت میں ایک طالب علم نے یہ بات پہنچائی کہ آج تو مولانا بڑے غصے میں تھے کہ احراریوں سے مجھے محبت نہیں ہے، یہ توحید بیان نہیں کرتے۔

عظیم الشان جلسہ تھا۔ان دنوں اس جگہ کو کمپنی باغ کہتے تھے، اب تو اس کو لیاقت باغ کہتے ہیں کیونکہ لیاقت علی خان کی شہادت وہاں ہوئی ہے۔جلسہ شروع ہوا اور مولانا عبدالمنان ہزاروی جو جمعیت علماء ہند کے ناظم رہ چکے تھے وہ موسیٰ منڈی میں خطیب تھے، وہ اسٹیج سیکریٹری تھے۔انہوں نے مجلس احرار اسلام کی تمام قربانیاں بیان کیں کہ اس مجلس نے یہ کام کیا، یہ کیا، یہ کیا! پھر کچھ نظمیں سنائی گئیں پھر شاہ جیؒ کی تقریر کا اعلان ہوا۔اسٹیج پر بڑے بڑے علماء جلوہ افروز تھے۔شاہ جیؒ نے ”یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون“ (البقرۃ:۲۱) پر تقریر شروع کی، ڈھائی گھنٹے توحید پر بولتے رہے پھر درمیان میں لوگوں سے پوچھنے لگے: جو اللہ کے سوا غیروں سے مانگتا ہے، غیروں کو نذر و نیاز دیتا ہے، وہ کیسا ہے؟ سب نے کہا کہ کافر و مشرک! شاہ جیؒ بڑے غصہ ہوئے کہ خاموش ہو جاؤ، سب مفتی کے بچے بن گئے ہو۔اسٹیج پر مولانا عزیز الدین بھی جلوہ افروز تھے جو شاہ انور شاہؒ کے تلامذہ میں سے تھے اور شاہ جیؒ کے ہم درس رہ چکے تھے، ان کو مخاطب ہو کر کہنے لگے: خطیب صاحب! آپ بتائیں! انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ جو اللہ کے سوا غیروں سے مانگتا ہے، غیروں کو نذر و نیاز (دیتا ہے) وہ کافر اور مشرک ہے تو شاہ جیؒ نے کہا: مفتی صاحب! آپ نے بھی حرام کی روٹیاں کھائی ہیں۔پھر مولانا غلام اللہ خانؒ کی طرف متوجہ ہوئے کہ آپ بتائیں؟

انہوں نے بھی کہا کہ کافر ومشرک ہے! شاہ جیؒ کے وہ بھی ہم درس رہ چکے تھے اور دونوں کے درمیان بہت زیادہ محبت اور شفقت تھی، شاہ جیؒ نے ان کو کہا: مولانا! آپ نے کفر وشرک کے علاوہ بھی کوئی مسئلہ سیکھا ہے؟ ان کو بھی خاموش کردیا۔ سب لوگ حیران کہ شاہ جیؒ کیا کہہ رہے ہیں؟! شاہ جیؒ نے تین چار منٹ کی خاموشی کے بعد ''ان شــر الـدواب....'' (الانفال:۵۵) کی آیت پڑھی (اور فرمایا): جو اللہ کے سوا غیروں سے مانگتا ہے، غیروں کو نذر ونیاز (دیتا ہے) وہ سور ابن سور، خنزیر ابن خنزیر ہے، تم اس کو کافر ومشرک کہہ کر انسانیت کے دائرے میں لے آتے ہو، اللہ نے ان کو انسانیت کے دائرے سے نکالا ہے۔

یہ جدا بات ہے کہ ہم نے مسئلہ ختم نبوت کو اس لئے ترجیح دی ہے کہ یہ فتنہ (فتنۂ قادیانیت) استعماری طاقت کی پشت پناہی لئے ہوئے پھیل رہا ہے۔ ہم الحمدللہ! توحید (بھی بیان کرتے ہیں) لیکن اس مسئلے کو مجلس احرار اسلام نے اس لئے ترجیح دی ہے کہ یہ معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ ہم اتنے نکمے نہیں ہیں کہ ہم مسئلہ نہیں جانتے لیکن یہ ایک بہت حساس موضوع ہے کہ علماء اگر خاموش رہیں پھر تمہاری یہ مساجد، تمہاری یہ خطابتیں، تمہاری یہ سب چیزیں ختم ہوجائیں گی۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ ہے؟؟ یہ تو حد درجہ انتہائی بنیادی مسئلہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے ''لانبی بعدی'' فرمایا۔ ''لا'' کی تلوار کو لے لو اور ان سب گمراہوں کے سروں کو قلم کردو۔ ''لا'' لنفی الجنس ہے، یہ جب بھی کسی چیز پر داخل ہوجاتا ہے اس کو بیخ وبن سے اکھاڑ دیتا ہے، نہ کوئی ظلی رہتا ہے نہ کوئی بروزی، لا نبی بعدی۔ دیگر مسائل میں تم سے سیکھوں گا، لیکن ''لا'' کا مسئلہ مجھ سے سیکھو۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ لما نزلت هذه الاية الكريمة:

''مَاكَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔'' (الاحزاب:۴۰)

ترجمہ: ''محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر۔''

''قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ''انا خاتم النبیین لا نبی بعدی'' وفی روایة: ''لا رسول بعدی'' وفی روایة: ''لا أمة بعدی۔'' (الحدیث)

ترجمہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمام نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور ایک روایت میں ہے: میرے بعد کوئی رسول نہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ: میرے بعد کوئی امت نہیں۔''

اللہ اکبر! ان لوگوں نے اپنی زندگیاں اس مسئلہ کے لئے وقف کی تھیں۔ مجلس احرار اسلام نے جو عظیم خدمات سرانجام دی ہیں، یہ ان بزرگوں کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ لوگوں نے سمجھ لیا۔ علماء تو پہلے ہی سے اس فتنے کو عظیم فتنہ سمجھتے تھے اور قادیانیوں کو مرتد اور کافر کہتے تھے لیکن عام مسلمان ان کو کافر نہیں کہتے تھے۔ جب حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے اور علماء کرام نے تحریک چلائی اور حکومت نے بھی تسلیم کیا تو ان کو ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے کافر قرار دیا۔ کئی ساتھی ہمیں کہنے لگے: اچھا! یہ کافر تھے؟ ہم نے کہا: علماء نے تو پہلے سے کہا ہے لیکن تم حکومت کے غلام ہو۔ بہرحال! یہ معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اکابر اسلاف کی زندگیوں میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین) ایسے اہم مسئلہ کو تمام مسائل پر ترجیح دینی چاہئے۔

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کے اخیر میں ''کتاب التوحید'' میں ان فرق باطلہ کے بارے میں تصریح فرمائی ہے اور یہ مسائل اس لئے لے آئے ہیں کہ ایک عالم کا فریضہ ہے کہ وہ فرق باطلہ کے بارے میں واشگاف الفاظ میں لوگوں کو باقاعدہ بتایا کرے کہ مرتدین، معتزلین، خوارج اور روافض کتنے باطل فرقے ہیں! ایک عالم کا فریضہ ہے کہ فضائل بھی بیان کرے لیکن سب سے بنیادی بات کہ فرق باطلہ کی وضاحت ہونی چاہئے۔ عام لوگوں کے سامنے ان فرق باطلہ کی پوری تصریحات کرنی چاہئے۔ میں زیادہ تقریر کرنے کے قابل نہیں ہوں، بیمار ہوں لیکن اس کو میں اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں کہ ایسے اجلاس میں شرکت، یہ بھی ان شاء اللہ العزیز! سعادت دارین کا باعث ہوگا۔ بڑے بڑے علماء آئے ہوئے ہیں، میں انہی کلمات پر اکتفا کرتا ہوں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔''

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه سیدنا محمد وعلی اله وصحبه اجمعین۔

اسوۂ نبوی ﷺ کو اپنانے کی ضرورت!

مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی

چھٹی صدی عیسوی تاریخ انسانی کی نہایت تاریک ترین صدی رہی ہے۔ ایسی صدی جس میں ہر طرف ظلم وستم، جبر وتشدد اور قتل وغارت گری کا بازار گرم تھا، ضلالت وکج روی، فحاشی وعریانیت اور شرک وبت پرستی کا خوفناک سایہ انسانی آبادی پر دراز ہوتا جارہا تھا، لوٹ مار، چوری، شراب نوشی، زنا کاری، انسانی حقوق کی علانیہ پامالی، کون سی ایسی بُرائی ہے جو اس وقت کے انسانی معاشرے میں موجود نہ تھی۔ انسانی قافلہ اپنی غیر انسانی حرکتوں کے سبب رو بہ ہلاکت تھا۔ انسانی اور سماجی قدریں ایک ایک کر کے رخصت ہوتی جارہی تھیں۔ فتنہ وفساد کے اندھیرے ہر طرف پھیلتے جارہے تھے۔ انسانی اقدار، اخلاق حسنہ ایک انسان کا دوسرے انسان پر حق، مالک وآقا کے حدود اور حاکم اور رعایا کے باہمی حقوق وفرائض اور اس قسم کے سارے اقدار ومعیار قصۂ پارینہ بن چکے تھے۔ اپنے ظاہری ڈھانچے اور چہرۂ بشر کے ساتھ انسان زندہ تھا لیکن انسانی روح غائب ہوگئی تھی۔ صحیح راہنمائی کے فقدان کی وجہ سے ہر طرف جنگل کا قانون رائج تھا، ایک شخص دوسرے شخص کے خون کا پیاسا تھا، ایک بھائی دوسرے بھائی کا جانی دشمن بنا ہوا تھا، اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں دور دور تک کوئی بندۂ خدا ایسا نظر نہ آتا تھا جس کے اندر معاشرے کی قیادت کا حوصلہ اور جذبہ ہو۔ دنیا انسانوں کی خدا فراموشی، بتان ہزار رنگ کی پرستش اور جہالت وشرک کے اندھیروں کی وجہ سے لگاتار تباہی کی طرف بڑھتی جارہی تھی۔ اس وقت کے عرب معاشرے کی حالت زار سیرت النبی کے مولف علامہ شبلی نعمانی کی زبانی سن لیجئے:

"بتوں پر آدمیوں کی قربانی چڑھائی جاتی تھی، باپ کی منکوحہ بیٹے کو وراثت میں ملتی تھی، حقیقی بہنوں سے ایک ساتھ شادی جائز تھی، ازدواج کی کوئی حد نہ تھی، قمار بازی، شراب خوری، زنا کاری کا رواج عام تھا۔ بے حیائی کی یہ حالت تھی کہ سب سے بڑا نامور شاعر امرؤ القیس، جو شاہ زادہ بھی تھا، قصیدہ میں اپنی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ اپنی بدکاری کا واقعہ مزے لے لے کر بیان کرتا اور یہ قصیدہ در کعبہ پر آویزاں کیا جاتا ہے۔ لڑائیوں میں لوگوں کو زندہ جلا دینا، مستورت کے پیٹ چاک کر دینا، معصوم بچوں کو تہ تیغ کرنا عموماً جائز تھا۔" (از سیرت النبی)

ایسے پُر آشوب حالات میں بھٹکے ہوئے انسانی قافلے کو اس کا کھویا ہوا مقام واپس دلانے کے لئے خالق کائنات، مالک دوجہاں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روئے ارضی پر مبعوث فرمایا، آج سے چودہ سو سال قبل جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آمنہ کی گود میں آنکھیں کھولی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایک معجزہ تھی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیائے آب وگل میں آتے ہی قیصر وکسریٰ کے ایوانوں میں ہلچل مچ گئی۔ شرک وبت پرستی کے ایوانوں میں کہرام برپا ہوگیا، بتان ہزار رنگ اوندھے منہ گر پڑے۔ رو بہ زوال انسانیت نے ٹھہر کر سانس لی اور فراموش کردہ راہ انسانی قافلے نے اپنی سمت سفر درست کی۔ عاشق رسول اور مشہور سیرت نگار مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ نے آپ کی ولادت باسعادت کے بعد روئے ارضی پر رونما ہونے والی تبدیلی کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

"زمین خشک اور پیاسی پڑی ہوتی ہے، بارش کے فیض سے افسردہ چمن لہلہانے لگتا ہے، مردہ کھیتی میں جان پڑتی ہے، سویا ہوا سبزہ جاگ اٹھتا ہے۔ باغ سنسان پڑا ہوتا ہے، بہار کی ہوا چلتے ہی نئی اور ہری پتیاں نکل آتی ہیں اور اجڑا ہوا باغ پھر سرسبز وشاداب ہوجاتا ہے۔ عالم پر شب کی سیاہی چھائی ہوتی ہے، ہر شے تاریکی میں گم ہوتی ہے صبح کے طلوع ہوتے ہی ہر طرف اجالا پھیل جاتا ہے اور ہر ذرہ روشن ہونے لگتا ہے۔ ایک پاک روح دنیا میں اصلاح و تزکیہ کے لئے آتی ہے اور اپنے فیض صحبت سے بہت سے اندھوں کو بینا، بہت سے بیماروں کو تندرست اور بہت سے مردوں کو زندہ کر دیتی ہے۔" (ذکر رسول، ص:۱۰)

آقائے دوجہاں، سرکار مدینہ، تاجدار بطحا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان تھے مگر وہ ہادیٔ عالم اور رہبر انسانیت کا اعلیٰ منصب دے کر مبعوث کئے گئے تھے، چالیس سال کی عمر میں ہی کار نبوت کا

پروانہ مل جاتا ہے، اس لئے اللہ کی طرف سے مفوضہ ذمہ داری کی ادائیگی اور انسانی معاشرے کو صحیح خطوط پر لانے کے لئے شبانہ روز جدوجہد کی۔ راہ میں مشکلات آئیں، مصائب نے دامن تھاما، مسائل نے سنگ گراں کا کردار ادا کیا، اپنوں نے بے نیازی دکھائی، دشمنوں نے دشمنی سے کام لیا، لیکن کیا مجال کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناسازگار حالات اور مصائب ومسائل کے سامنے سپر ڈال دی ہو بلکہ تاریخ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حالات نے جتنی مخالفت کی، کفر وشرک اور حیوانیت ودرندگی کی لہروں نے جس قدر تیور دکھائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم پر انسانی آبادی کو اس کا کھویا ہوا مقام یاد دلایا کہ ان کی تخلیق کا اصل مقصد کیا ہے اور اس وسیع و عریض تخلیق کی پشت پر کون سا مقصد کارفرما ہے۔ انسان جو اپنے خالق و مالک حقیقی کو فراموش کرکے ہزاروں قسم کی بُرائیوں کی بیڑیاں اپنے پیروں میں ڈالے ہوئے تھا، رسم ورواج کے تنگ دائرے میں بند تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان بُرائیوں اور غیر انسانی رسم و رواج کی زنجیروں سے آزاد کرایا، انہیں ہزاروں خداؤں کے سامنے سجدہ کرنے سے منع کیا اور انہیں ایک خدا کی بندگی کا درس دیا، انہیں یہ سبق یاد دلایا کہ پورا انسانی کنبہ خدائے وحدہ لاشریک کا کنبہ ہے، انسانوں کے درمیان نسل اور علاقائیت کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں، اسلام میں قوم وقبیلہ اور کالے گورے کی کوئی تمیز نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت و شرافت، اخوت و بھائی چارگی، ایک دوسرے کے احترام اور محبت کی بنیاد پر وہ انسانی نظام برپا کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا کی کایا پلٹ گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال کی عمر میں نبوت پائی اور محض ۲۳ سال کی مختصر مدت میں تہذیب وتمدن سے ناآشنا عرب بدوؤں میں وہ انسانی روح پیدا کردی کہ بڑے بڑے فلاسفر، مصلح تحریک ساز اور تاریخ دان انگشت بدنداں ہیں۔ یہ عالم انسانیت پر آپ کا بڑا احسان ہے کہ آپؐ نے اپنی ذات کی پرواہ نہ کرکے عالم انسانیت کو اجتماعی ذلت و خواری کی طرف بڑھنے سے بچالیا، انسانی قافلے کو صراط مستقیم پر گامزن کرکے اس قافلے کے ارکان کو ادھر ادھر مارے مارے پھرنے اور ذلت کی زندگی جینے سے تحفظ عطا کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا کے لئے رحمت بنا کر معبوث کیا گیا ہے اور رحمۃ للعالمین کا یہ لقب خود خالق ارض وسما نے عطا کیا ہے۔ عربی داں جانتے ہیں کہ رحمت بڑا ہی جامع لفظ ہے جس میں محبت، شفقت، ہمدردی، اخوت وبھائی چارگی اور فضل واحسان کے سارے پہلو بیک وقت سما جاتے ہیں۔ پھر عالمین کے لفظ میں جو نکتہ پوشیدہ ہے، وہ بھی اہل علم پر مخفی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عالم انسانیت کی طرف ہی معبوث نہیں ہوئے تھے بلکہ جن وبشر اور چرند وپرند جیسی دوسری مخلوقات کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اور فضیلت کا دائرہ محیط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات صرف انسانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ جانوروں کے لئے بھی رحمت بن کر نمودار ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کے ساتھ ہی نہیں، جانوروں کے ساتھ بھی نرم روی اور رحم دلی کا رویہ اپنانے کی تلقین کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چھوٹا اور اور کیا بڑا، کیا بیگانہ اور کیا رشتہ دار، کیا عربی اور کیا عجمی، کیا مسلم اور کیا غیر مسلم سبھی کے ساتھ رحمت اور نرمی کا برتاؤ کرنے کی اپنے اصحاب کو تعلیم دیا کرتے تھے کہ نرمی، خوش خلقی اور حسن سلوک سے پتھر دل بھی پسیج جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ”اے اہل زمین! تم مخلوق خدا پر رحم کرو، خدا تم پر رحم کرے گا۔“ حالی کی زبان میں اس مفہوم کو اس طرح ادا کیا گیا ہے:

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

اسلام اور اسلامی تعلیمات کسی خاص ملک یا کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں، یہ تو پوری انسانیت کی صلاح وفلاح کا عالمی مذہب بن کر آیا ہے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو ایک جامع نظام حیات کے طور پر متعارف کرایا جس میں عبادت، عقائد سے لے کر معاملات اور انسانی معاشرت کے تمام اصول وآداب اور قوانین وضوابط بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کردیئے گئے ہیں۔ تعلیم، معاش، سیاست، زراعت، تجارت، انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت کے ساتھ روشنی نہ ڈالی ہو۔ میاں بیوی کے کیا حقوق ہیں، غیر مسلموں سے کس طرح پیش آنا چاہئے، اولاد اور والدین کے درمیان رشتوں کی کیا نوعیت ہے، ایک مسلمان اور صاحب ایمان کو کن اوصاف کا حامل ہونا چاہئے، ایک جمہوری اور سیکولر ملک میں رعایا اور حکمران کے درمیان حقوق وفرائض کی کیا حدود ہیں، غرض انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی کے تمام اسرار ورموز کو بڑے شرح وبسط کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے لیکن کیا ہم نے کبھی اپنے باطن کو ٹٹول کر دیکھا کہ ہم نے ان اسلامی تعلیمات کو عملی جامعہ پہنانے کی کس حد تک کوشش کی؟ کیا ہم نے صدق دلی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے اتباع اور حیات نبوی کی پیروی کی کوشش کی؟ حقیقت تو یہ ہے کہ ہماری اجتماعی اور انفرادی زندگی سے اسلامی روح اس طرح غائب ہوگئی اور ہم اس طرح مغربیت کے طوفان کے شکار ہوتے جارہے ہیں کہ ہمیں دیکھ کر

مسلمان تو بڑی بات ہے، یہود بھی شرماتے ہیں۔

علامہ محمد اقبالؒ نے ایسے ہی مسلمانوں کی مذہبی حالت کی صحیح ترجمانی اس طرح کی تھی:

"یہ مسلماں ہیں، جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق حسنہ اور حُسن سلوک کا مجسمہ تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں لیکن ہم میں ایسے کتنے جن کے حسن اخلاق اور خوش خلقی سے دوسرے متاثر ہوں اور ہماری رعایت واطوار اور حرکت وعمل سے سبق لے کر اسلام کی آفاقیت کا نقش غیر مسلموں کے دلوں پر قائم ہوسکے؟ آج ہماری بداخلاقی، بدسلوکی، اسلام فراموشی اور حیا سوز حرکتوں کی وجہ سے انسانیت اور آدمیت جیسے قیمتی اقدار دنیا سے فنا ہوتے جارہے ہیں۔ ہم انسانیت کی بنیاد پر ایک دوسرے سے ہمدردانہ معاملہ نہیں کرتے بلکہ اس کے حسب نسب، قوم وعلاقہ اور اس کے سیاسی اور سماجی پس منظر کے اعتبار سے معاشرت ومعاملات کرتے ہیں۔ ذات پات کی تفریق، علاقائیت کی وبا، رنگ و نسل کا عفریت ہمارے اعصاب پر بری طرح سوار ہے، کہیں فرقہ بندی ہے تو کہیں ذاتیں ہیں، ہمارے بیچ میں خودساختہ امتیازات اور تفریق کی وہ دیوار حائل ہے کہ مخلوق خدا اس کی وجہ سے نفرت اور عصبیت کا شکار ہوتی جارہی ہے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ: "تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور خدا کا سب سے زیادہ محبوب بندہ وہ ہے جو اس کے بندوں کے ساتھ بھلائی کے ساتھ پیش آئے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اہل ایمان سے حسن سلوک سے پیش آتے ہی تھے، غیرمسلموں اور جانی دشمنوں کے ساتھ بھی بڑی مروت سے پیش آتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلح وعفو اور درگزر کرنے کے عمل کو بہت پسند فرماتے تھے۔ حدیث نبوی ہے:

"جو تجھ سے قطع تعلق کرے اس سے بھی ملتے رہو، جو تم پر ظلم کرے، اس کو معاف کردو، جو تمہارے ساتھ برا سلوک کرے اس کے ساتھ بھی بھلائی کرو۔"

صحابہ کرامؓ نے ایک بار کفار مکہ کی ایذا رسائی سے تنگ آکر دربار نبوت میں جب یہ عرض کیا کہ ان کے لئے بددعا فرمادیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بس اتنا فرمایا کہ "بار الٰہ! ہماری قوم کو راہ راست دکھادیجئے کہ یہ لوگ نادان ہیں، ہمیں جانتے اور پہچانتے نہیں۔" غزوۂ اُحد، فتح مکہ اور صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار ومشرکین کے ساتھ جو برتاؤ کیا اس نے پتھر دل پر بھی تیر کا سا اثر کیا، وہ کون سی اذیت اور مصیبت تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ گزارا گیا ہو۔ طائف تشریف لے گئے تو وہاں کے شرارت پیشہ لڑکوں نے پتھروں سے جسم اطہر کو لہولہان کردیا۔ خدائی پیغام لے کر جہاں بھی گئے، آپ کا استقبال گالیوں، لاٹھیوں اور ڈنڈوں سے کیا گیا، قسم قسم کے الزامات کا ٹھیکرا آپ کے سر پھوڑا گیا، مجنوں، پاگل، دیوانہ اور ساحر کہا گیا، اپنے مقصد سے پھر بھی باز نہ آئے تو شعب ابی طالب میں نظربندی کا دشوار گزار مرحلہ عبور کرنا پڑا۔ مختصر یہ کہ مختلف طریقوں سے آپ پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کی کفار مکہ نے کوشش کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر موقع پر صبر وتحمل کے پیکر بنے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صبر وسکون نے خدا معلوم کتنے کفار مکہ پر تیر کا سا اثر کیا اور انہوں نے اسلام اور ایمان کی آغوش میں پناہ لی۔ جس طرح پھول کی پتی سے ہیرے کا جگر کٹ جاتا ہے، اسی طرح اخلاق کی نادیدہ تاثیر انسانی دلوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ آج بھی ہمیں دعوت دیتے ہیں تاکہ اسلام کا آفاقی پیغام پھر دل انسانوں پر جادو کا اثر کرے لیکن آج کا المیہ ہے کہ نہ ہمارے قلب میں سوز ہے، نہ روح میں کوئی احساس باقی ہے اور نہ ہی ہمیں پیغام محمد کا کوئی پاس ہے۔ آج ہمارے اندر سے اخلاق کا جنازہ نکل چکا ہے اور ہماری بداخلاقی اور بے مروتی کو دیکھ کر غیروں کی زبان سے یہ طنزیہ جملہ نکلتا ہے:

"تھے تو وہ آبا تمہارے مگر تم کیا ہو؟"

آج مشرق ومغرب اور پوری دنیا چیخ چیخ کر مساوات اور برابری کا نعرہ لگارہی ہے حالانکہ دنیا والوں نے خود ایسے غیر منصفانہ اصول اور ضابطے بنا رکھے ہیں جس میں انسانیت ایک مرکزی نقطے پر جمع ہونے کے بجائے مزید دھڑوں اور گروہوں میں منقسم ہوتی جارہی ہے۔ یہاں تو ہر جگہ اور ہر شعبہ میں شہ زوروں کا دخل ہے، اس انسانی دنیا میں کمزوروں کا کوئی فریاد رس نہیں اور کون ہے جو سماج کے پسماندہ اور دبے کچلے طبقے کی خبرگیری لے؟ جب کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر غور کیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے ہر موڑ پر مساوات اور انسانی برابری کا درس دیا ہے۔ عدل وانصاف ہی آپ کا نعرہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ سارے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔" بخاری شریف کی ایک حدیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ: "تم آپس میں نہ بغض وعناد کا مظاہرہ کرو، نہ پشت پھیرو بلکہ برادرانہ تعلقات کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کے میدان میں کھڑے ہوکر عالم انسانیت کو برابری اور مساوات کا جو منشور دیا تھا وہ آج بھی ہمیں غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جابرانہ نظام کے ایک ایک ستون کو اپنے پیروں تلے روند دیا تھا اور مسلمانوں کی ایک بڑی جمعیت کے سامنے علی الاعلان یہ کہا تھا کہ نہ کسی عربی کو

غیر عربی پر فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل ہے۔ بیسویں صدی میں دنیا کے نقشے پر نمودار ہونے والی عالمی تنظیم اقوام متحدہ نے برادری اور عدل ومساوات کے جو اصول قائم کئے اس کا واضح اعلان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل ہی کر دیا تھا۔

آج پھر دنیا انہی حالات سے گزر رہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت عالم انسانیت پر چھائے ہوئے تھے۔ ہم اپنے گردوپیش کا جائزہ لیں، ہمیں اچھی طرح اندازہ ہو جائے گا کہ چوری، لوٹ مار، قتل وغارت گری، فحاشی وعریانیت، ہوس رانی، زناکاری اور علانیہ بدکاری کا وہ کون سا مرض ہے جو آج کے انسانوں کی رگوں میں خون بن کر نہیں گردش کر رہا؟ عورت، شراب، قمار، شہوت پرستی، سود خوری کی ہر طرف حکمرانی نظر آتی ہے۔ انسانوں نے ایک خدا کو چھوڑ کر کئی خدا تراش لئے ہیں۔ پورے انسانی معاشرے پر مردنی کی کیفیت چھائی ہوئی ہے، ہر جگہ تاریکیوں نے اپنے ڈیرے ڈال رکھے ہیں، کہیں روشنی کا نام ونشان نظر نہیں آتا۔ انسان اپنے ظاہری جسمانی ڈھانچے کے ساتھ ضرور موجود اور زندہ ہے مگر حقیقت میں اس کے اندر کا انسان مر چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ معمولی باتوں کے لئے اپنے دوسرے بھائی کی جان اور مال کا دشمن بنا ہوا ہے۔ اس کے اندر سے اچھائی اور برائی کی تمیز رخصت ہو چکی ہے۔ انسانی حقوق کی پامالی اب چند لمحوں کا کھیل بن کر رہ گئی ہے۔ جس طرح ولادت نبوی سے پہلے قیصر وکسریٰ کی جابرانہ اور ظالمانہ حکومت ظلم وستم کا فرمان جاری کرتی تھی، اسی طرح آج بھی چند بڑی طاقتیں اپنی جھوٹی شان وشوکت اور اسلحہ وطاقت پر اترا رہی ہیں اور وہ علی الاعلان چھوٹے اور کمزور ممالک کو موت کا فرمان جاری کرتی ہیں اور اگر کوئی سر مو بھی ان عالمی طاقتوں کے فرمان سے انحراف کرے تو اس کے خلاف اپنے حواریوں کے تعاون سے وہ سازش کی جاتی ہے کہ خدا کی پناہ۔ امریکا کے ہاتھوں پہلے افغانستان اور پھر عراق کی تباہی اس کی گواہ ہے۔ لاقانونیت اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا قانون آج اتنا زور پکڑتا جا رہا ہے کہ سارے کمزور ممالک اور وہاں کے باشندے خوف کی چادر میں لپٹے نظر آتے ہیں۔

انسانیت اجتماعی طور پر دکھی اور زخمی ہے، اس کے دکھوں اور زخموں کا مداوا کرنے والا کوئی نہیں، وہ بے چین اور بے کل ہے، اس کا کوئی جائے سکون و قرار نہیں مل رہا ہے۔ اگر کوئی سکون اور عافیت کی جا ہے تو وہ پیارے آقا تاجدار مدینہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے کہ وہیں تمام امراض کی دوا موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن و حدیث پر مبنی جو نظام خداوندی چھوڑا تھا، آج پھر ضرورت ہے کہ ہم اس کی طرف جست لگائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اسی نظام کو اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی میں برپا کرنے کی کوشش کریں جس نے آج سے چودہ سو سال قبل بھٹکے ہوئے انسانی قافلے کی انگلی پکڑ کر اس کو صحیح راہ دکھائی تھی۔ ہم مسلمانوں کو خاص طور سے اپنے قول وعمل کے ذریعے اسلام کا مکمل نمونہ بنا کر اپنے کو دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔ ہم اپنی قولی اور عملی زندگی کی دوبارہ تجدید کریں، مال ودولت کی بے جا ہوس چھوڑ دیں، بلاوجہ جاہ ومنصب کے پیچھے نہ بھاگیں، رشوت ستانی اور سود خوری کی لعنت سے باز آ جائیں، انسانوں کے ساتھ بدخوئی اور بدمعاملگی سے پیش آنا چھوڑ دیں، عورتوں، بچوں اور کمزوروں پر ظلم نہ کریں، اپنے ملک وقوم کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیں، قومی یکجہتی، بقائے باہم اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے اصولوں پر عمل کر کے دکھائیں۔ یہی اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور بے ریا دوستی کا عین تقاضا ہے۔ ہماری حرکت وعمل سے ہی اسلام کا آفاقی پیغام غیروں کے قلب ونظر پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ ☆☆

انگور

انگور کا شمار قدرت کی بہترین نعمتوں میں ہوتا ہے جو غذائی اقدار کے ساتھ ساتھ معالجاتی خصوصیات سے بھی مالا مال ہے۔ دور جدید کی بہت سی بیماریوں کا اس میں علاج موجود ہے۔ یہ اپنے تمام تر کیمیاوی اجزاء کی بنا پر ایسا مفید پھل ہے جو انتہائی فرحت بخش اور ہاضم ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے اور جسم میں نیا خون پیدا کر کے عام جسمانی کمزوری کو دور کرتا ہے۔ معدہ، آنتوں، پھیپھڑوں، جگر اور دل ودماغ کو طاقت دیتا ہے۔ قبض کو دور کرتا ہے، بھوک لگاتا ہے، وزن بڑھاتا اور چہرے کی رنگت کو خوبصورت بناتا ہے۔ طبی اعتبار سے کشمش کا استعمال انگور سے زیادہ مفید ہے۔ یہ نزلہ، زکام اور بخار کی بہترین دوا ہے اور انسان کو بہت سے امراض سے محفوظ بھی رکھتی ہے۔ ترش انگور کا رس آشوب چشم، آنکھوں کی خارش اور گلے کی خرابی میں مفید ہے۔ اس کی چھال اسہال کو روکتی ہیں۔ اس کے بیلوں سے حاصل کیا ہوا رس جلدی بیماریوں میں مفید ہے۔ یورپ میں یہ رس "Ophthalmia" کا بہترین علاج تسلیم کیا جاتا ہے۔ میٹھے انگور کا رس ناک میں ڈالنے سے نکسیر بند ہو جاتی ہے۔ خناق کے مریض کو اس سے غرارے کرانے سے سانس کی نالی کھل جاتی ہے اور تنفس بحال ہو جاتا ہے۔ تپ دق کے مریضوں کے لئے انگور کا رس آب حیات ہے۔ مرگی، امراض گردہ ومثانہ، نسوانی امراض اور دوران حمل انگور کا استعمال بے حد مفید ہے۔ بچوں کے دانت نکلنے کے زمانے میں انگور کا رس متواتر پلانے سے دانت آسانی سے نکل آتے ہیں۔ انگور کا سرکہ معدے کی خرابیوں، ہیضہ اور قولنج کا بہترین علاج ہے۔ (مرسلہ: ڈاکٹر غزالہ علیم)

مادیت کا فتنہ اور اس کا علاج

تحریر: محدث العصر علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ
مرسلہ: مولانا سید محمد زین العابدین، کراچی

آج کل دنیا طرح طرح کے فتنوں کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے، ان سب فتنوں میں ایک بنیادی اور بڑا فتنہ ”پیٹ“ کا ہے، شکم پروری وتن آسانی زندگی کا اہم ترین مقصد بن کر رہ گیا ہے، ہر شخص کا شوق یہ ہے کہ لقمہ تر اس کی لذت کام ودہن کا ذریعہ بنے اور یہ فتنہ اتنا عالم گیر ہے کہ بہت کم افراد اس سے بچ سکے ہیں، تاجر ہو یا ملازم، اسکول کا ٹیچر ہو یا کالج کا پروفیسر، دینی درس گاہ کا مدرّس ہو یا مسجد کا امام، اس آفت میں سب ہی مبتلا نظر آتے ہیں، ہاں! فرق مراتب ضرور ہے، زہد وقناعت، ورع وتقویٰ اور اخلاص و ایثار جیسے اخلاق وفضائل اور ملکات کا نام ونشان نہیں ملتا، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج پورا عالم سازو سامان کی فراوانی کے باوجود حرص وآز، طمع ولالچ اور زر طلبی وشکم پروری کی بھٹی میں جل رہا ہے اور کرب و اضطراب، بے چینی و بے اطمینانی اور حیرت وپریشانی کا دھواں چہارسمت پھیلا ہوا ہے۔

دراصل اس فتنہ جہاں سوز کا بنیادی سبب یہی ہے، جس کی نشان دہی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، آخرت کا یقین بے حد کمزور اور آخرت کی نعمتوں اور راحتوں کا تصور تقریباً ختم ہو چکا ہے، مادی نعمتیں اور ان کا تصور اس قدر غالب ہے کہ روحانی قدریں مضمحل ہو چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج انسانوں کی چھوٹائی، بڑائی، عزت وذلت اور بلندی و پستی کی پیمائش ”ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم“ کے پیمانے سے نہیں ہوتی، بلکہ ”پیٹ اور جیب“ کے پیمانے سے ہوتی ہے، مادیت کے اس سیلاب میں پہلے ایمان و یقین رُخصت ہوا، پھر انسانی اخلاق ملیامیٹ ہوئے، پھر اسوۂ نبوت سے وابستگی کمزور ہوکر ”اعمالِ صالحہ“ کی فضا ختم ہوئی، پھر معاشرت ومعاملات کی گاڑی لائن سے اتری، پھر سیاست وتمدن تباہ ہوا اور اب مادیت کا یہ طوفان انسانیت کو بہیمیت کے گڑھے میں دھکیل رہا ہے، انفرادی بے اصولی اور آوارگی و بے راہ روی اور بے رحمی وشقاوت کا وہ دور دورہ ہے کہ الامان والحفیظ۔

الغرض اس ”پیٹ“ کے فتنے نے ساری دنیا کی کایا پلٹ ڈالی ہے، دنیا بھر کے عقلا ”پیٹ“ کی فتنہ سامانی کے سامنے بے بس نظر آتے ہیں وہ اس فتنہ کے ہول ناک نتائج کا تدارک بھی کرنا چاہتے ہیں، مگر صد حیف کہ علاج کے لئے ٹھیک وہی چیز تجویز کی جاتی ہے جو خود سبب مرض ہے، درحقیقت انبیا علیہم السلام ہی انسانیت کے نباض ہیں اور انہیں کا تجویز کردہ علاج اس مریض کے لئے کارگر ہوتا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہول ناک مرض کی صحیح تشخیص بہت پہلے فرما دی تھی، چناںچہ ارشاد فرمایا:

”واللّٰہ لا الفقر اخشیٰ علیکم ولکن اخشیٰ علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا فتھلککم کما اھلکتھم.“ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من یحذر من زھرۃ الدنیا والتنافس فیھا، ج:۲، ص:۹۵۱، ط: قدیمی. الصحیح لمسلم، کتاب الزھد ج:۲، ص:۴۰۷، ط: قدیمی)

ترجمہ: ”بخدا! مجھے تم پر فقر کا اندیشہ قطعاً نہیں، بلکہ اندیشہ ہے کہ تم پر دنیا پھیلائی جائے، جیسا کہ تم سے پہلوں پر پھیلائی گئی، پھر تم پہلوں کی طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو، پھر اس نے جیسے ان کو برباد کیا، تمہیں بھی برباد کر ڈالے۔“

(بخاری ومسلم)

لیجئے! یہ تھا وہ نقطۂ آغاز، جس سے انسانیت کا بگاڑ شروع ہوا، یعنی دنیا کو نفیس اور قیمتی چیز سمجھنا اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اس پر جھپٹنا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشخیص پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس کے لئے ایک جامع نسخہ شفا بھی تجویز فرمایا، جس کا ایک جز اعتقادی ہے اور دوسرا عملی۔

اعتقادی جزیہ ہے کہ اس حقیقت کو ہر موقع پر مستحضر رکھا جائے کہ اس دنیا میں ہم چند لمحوں کے مہمان ہیں، یہاں کی ہر راحت وآسائش بھی فانی ہے اور ہر تکلیف ومشقت بھی ختم ہونے والی ہے، یہاں کے لذائذ وشہوات، آخرت کی بیش بہا نعمتوں اور ابدالآبادی لازوال راحتوں کے مقابلہ میں کالعدم اور ہیچ ہیں۔ قرآن کریم اس اعتقاد کے لئے سراپا دعوت ہے اور سینکڑوں جگہ اس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے۔ سورۃ اعلیٰ میں نہایت بلیغ مختصر اور جامع الفاظ میں اس پر متنبہ فرمایا: ”بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا والآخرۃ خیر و أبقی“ (کان کھول کر سن لو! کہ تم آخرت کو اہمیت نہیں دیتے) بلکہ دنیا کی زندگی کو (اس پر) ترجیح دیتے ہو، حالاں کہ آخرت

(دنیا سے) بدرجہا بہتر اور لازوال ہے۔"

(سورۃ الاعلیٰ:۱۶،۱۷)

اور عملی حصہ اس نسخہ کا یہ ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری میں مشغول ہوا جائے اور بطور پرہیز کے حرام اور مشتبہ چیزوں کو زہر سمجھ کران سے کلی پرہیز کیا جائے اور یہاں کے لذائذ وشہوات میں انہماک سے کنارہ کشی اختیار کی جائے، دنیا کا مال واسباب، زن وفرزند، خویش واقربا اور قبیلہ وبرادری کے سارے قصے زندگی کی ایک ناگزیر ضرورت سمجھ کر صرف بقدر ضرورت ہی اختیار کیے جائیں، ان میں سے کسی چیز کو بھی دنیا میں عیش وعشرت اور لذت وتنعم کی زندگی گزارنے کے لئے اختیار نہ کیا جائے اور نہ یہاں کی عیش کوشی کو زندگی کا مقصد اور موضوع بنایا جائے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"ایاک والتنعم فان عباد اللّٰہ لیسوا بالمتنعمین "(مشکاۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء، ج:۲، ص:۴۴۹، ط: قدیمی) "عیش وعشرت سے پرہیز کرو، کیوں کہ اللہ کے بندے عیش پرست نہیں ہوتے۔"

تعجب ہے کہ اگر کسی ڈاکٹر کی رائے ہو کہ دودھ، گھی، گوشت، چاول وغیرہ کا استعمال مضر ہے تو اس کے مشورے اور اشارے سے تمام نعمتیں ترک کی جاسکتی ہیں، لیکن خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات اور وحی آسمانی کے صاف احکام پر ادنیٰ سے ادنیٰ لذت کا ترک کرنا گوارا نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل واصحاب کرامؓ کی زندگی اور معیار زندگی کو اوّل سے آخر تک دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی نعمتوں سے دلبستگی سراسر جنون ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قصہ مروی ہے کہ کچھ لوگوں پر ان کا گزر ہوا، جن کے سامنے بھنا ہوا گوشت رکھا تھا، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کھانے کی دعوت دی، آپ نے انکار کردیا اور فرمایا: "محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔" (صحیح بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یاکلون، ج:۲، ص:۸۱۵، ط: قدیمی) مہینوں پر مہینے گزر جاتے، مگر کاشانۂ نبوت میں نہ رات کو چراغ جلتا، نہ دن کو چولہا گرم ہوتا، پانی اور کھجور پر گزر بسر ہوتی، وہ بھی کبھی میسر آتیں، کبھی نہیں، تین تین دن کا فاقہ ہوتا، کر سیدھی رکھنے کے لئے پیٹ پر پتھر باندھے جاتے اور اسی حالت میں جہاد وقتال کے معرکے ہوتے۔

الغرض زہد وقناعت، فقر وفاقہ، بلند ہمتی وجفاکشی اور دنیا کی آرائشوں سے بے رغبتی اور نفرت وبے زاری سیرت طیبہ کا طغرائے امتیاز تھی، اپنی حالت کا اس "پاک زندگی" سے مقابلہ کرنے کے بعد ہم میں سے ہر شخص کو شرم آنی چاہئے۔ ہمارے یہاں سارا مسئلہ روٹی اور پیٹ کا ہے اور وہاں یہ سرے سے کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ زندگی بالقصد اختیار کی گئی تھی، تاکہ آئندہ نسلوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہوجائے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو آپ کو من جانب اللہ کیا کچھ نہ دیا جاسکتا تھا؟ مگر دنیا کا یہ سازوسامان، جس کے لئے ہم مرکھپ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس قدر حقیر وذلیل ہے کہ وہ اپنے محبوب ومقرب بندوں کو اس سے آلودہ نہیں کرنا چاہتے، بعض انبیا علیہم السلام کو عظیم الشان سلطنت بھی دی گئی، مگر ان کے زہد وقناعت اور دنیا سے بے رغبتی اور بے زاری میں فرق نہیں آیا، ان کے پاس جو کچھ تھا، دوسروں کے لئے تھا، اپنے نفس کے لئے کچھ نہ تھا۔

الغرض یہ ہے "فتنۂ پیٹ" کا صحیح علاج، جو انبیا علیہم السلام اور بالخصوص سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا اور اگر انسان "پیٹ کی شہوت" کے فتنہ سے بچ نکلے تو ان شاء اللہ "شہوتِ فرج" کے فتنہ سے بھی محفوظ رہے گا کہ یہ خرمستی پیٹ بھرے آدمی کو ہی سوجھتی ہے، بھوکا آدمی اس کی آرزو کب کرے گا؟ ان ہی دو شہوتوں سے بچنے کا نام اسلام کی اصطلاح میں "تقویٰ" ہے، جس پر بڑی بڑی بشارتیں دی گئی ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح ضعیف مریض کو بقائے حیات کے لئے ہلکی پھلکی، معمولی غذا کا مشورہ دیا جاتا ہے اور زبان کے چسکے سے بچنے کی سخت تاکید کی جاتی ہے، تاکہ مطلوبِ اعلیٰ "صحت" نصیب ہو، بس یہی حیثیت اسلام کی نظر میں دنیا کی ہے۔

(بصائر وعبر جلد اوّل، ص:۱۱۰تا۱۱۳)

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
[redacted]
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون:32545573

قادیانیت: ایک بے بنیاد مذہب

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ، امام اہلسنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن نوراللہ مرقدہ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لندن کے تحت منعقدہ کانفرنس سے خطاب فرمایا تھا، اس خطاب کی اہمیت کے پیش نظر افادہ عام کی غرض سے قند مکرر کے طور پر اسے شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

محترم بزرگو، دوستو اور بھائیو! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام یہ اجتماع منعقد ہورہا ہے اور آپ حضرات نے اس اجتماع میں شرکت کرکے اپنی دینی غیرت کا ثبوت دیا ہے، اللہ پاک آپ حضرات کے اس آنے کو قبول فرمائے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر اور بزرگوں کی کاوشوں اور محنتوں میں اللہ پاک آپ سب کو شریک فرمائے۔

اللہ پاک کا ہم پر بڑا کرم اور احسان ہے کہ ہمیں مسلمان بنایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی عطا فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کے ساتھ وابستہ کردیا۔ یہ اللہ پاک کا ہم پر اتنا عظیم احسان وکرم ہے کہ ہم اس کا جس قدر بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ ورنہ دوسری طرف قادیانیوں کو دیکھئے جنہوں نے مرزا قادیانی کی لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈال رکھا ہے، وہ بھی تو ہماری طرح انسان ہیں لیکن اللہ پاک نے انہیں ہر عظیم نعمت سے محروم کرکے ایک ملعون، دجال اور کذاب کے دامن کے ساتھ وابستہ کردیا اور ابھی آپ نے بیان میں سنا کہ امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے ایک قادیانی کو (بہاول پور میں) ہاتھ سے پکڑ کر یہ فرمایا تھا کہ اگر چاہو تو اس وقت مرزا قادیانی کو جہنم میں جلتا ہوا دکھاؤں تو مان لوگے؟ مگر اس بدبخت نے انکار کردیا اور کہا: میں سمجھوں گا کہ آپ نے مجھ پر جادو کردیا ہے اور میری نظر بندی کردی ہے۔

بہرحال جب ایک انسان محروم القسمت ہوتا ہے، بدبخت ہوجاتا ہے اور اس کی عقل مسخ ہوجاتی ہے تو اللہ پاک اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے دور کردیتے ہیں۔ آپ سب اللہ پاک کا شکر ادا کریں کیونکہ اس نے آپ سب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا شرف عطا فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہم سب کی نجات ہوگی اور جب آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت کے لئے یہ قربانی دی ہے، یہ ایثار کیا ہے کہ (دور دور سے) ختم نبوت کے اجتماع میں شرکت کی ہے، اب آئندہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ آپ سے یہی توقع ہے کہ آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام کاموں میں شرکت کرتے رہیں گے۔

ابھی آپ حضرات نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی یہ کارکردگی سنی کہ اللہ پاک نے ان کے وسیلے سے ہزاروں لوگوں کو جو ایمان کی دولت سے محروم ہوچکے تھے ان کو دوبارہ ایمان کی دولت نصیب فرمائی۔ مغربی افریقہ کے ملک مالی کا واقعہ آپ نے سنا کہ جہاں تیس ہزار سے لے کر چالیس ہزار تک لوگ مرتد ہوچکے تھے، قادیانیت کے جال میں پھنس چکے تھے، مرزا قادیانی ملعون کے دامن کے ساتھ وابستہ ہوچکے تھے لیکن ہمارے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دو نوجوانوں نے وہاں جاکر ان لوگوں کو سمجھایا اور ان کو دوبارہ اسلام کی دعوت دی تو الحمدللہ! ان کو بات سمجھ آگئی اور دوبارہ انہوں نے اسلام کو قبول کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، یہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا عظیم کارنامہ ہے اور ان (نوجوانوں) کی نجات کے لئے یہی کافی ہے۔

حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو فرمایا کہ: ”اگر آپ کے ذریعے سے کسی ایک آدمی کو بھی ہدایت نصیب ہوگئی یعنی ایک آدمی بھی تمہاری وجہ سے اسلام میں داخل ہوگیا، اس کو نجات حاصل ہوگئی، وہ جنت کے اندر چلا گیا تو تمہارے لئے یہ سرخ اونٹوں سے بہت ہی بہتر ہے، گویا دنیا کی ہر چیز سے تمہارے لئے بہتر ہے۔“

اگر ایک شخص کسی کے ذریعے سے ایمان لے آتا ہے، مسلمان ہوجاتا ہے، دین کے حلقے میں داخل ہوجاتا ہے، بس اس کی نجات کے لئے یہی کافی ہے۔ آپ سے بھی یہی توقع ہے کہ آپ اس جماعت کے ساتھ وابستہ ہوں گے، باقاعدہ تعاون کریں گے اور کانفرنسوں میں آنے کی کوشش کریں گے تو ان شاء اللہ! اسلام اور اس کام کی برکت سے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے آپ کو دنیا اور آخرت کی سعادتیں اور برکتیں حاصل ہوں گی۔ اگر آپ کی کسی قادیانی سے جان پہچان ہے تو اس کو سمجھانے کی کوشش کریں اور بتلائیں کہ تم کس کے ساتھ وابستہ ہوچکے ہو؟ اپنی خیر مناؤ اور اسلام کی طرف آجاؤ، نجات کی طرف آجاؤ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کے ساتھ وابستہ ہوجاؤ تو ہوسکتا ہے کہ آپ کے ذریعے سے بھی کوئی

قادیانی مسلمان ہوجائے۔ اگر آپ کے ذریعہ سے اس کو ایمان کی دولت نصیب ہوجائے تو آپ کے لئے دنیا اور آخرت کی کامیابی، سرخروئی اور نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔

بہرحال آپ میں سے ہر شخص کو ختم نبوت کا مبلغ ہونا چاہئے، ختم نبوت کی تبلیغ کرنی چاہئے، یہ کام صرف ان نوجوانوں اور بزرگوں کا نہیں ہے، یہ ہر مسلمان کا کام ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر امتی کا یہ کام ہے۔

باقی آپ نے ابھی مرزا قادیانی کے متعلق باتیں سنیں، مرزا قادیانی پرلے درجے کا بے حیا انسان تھا۔ جب انسان کے اندر حیا نہ ہوتو جو چاہے وہ کرتا پھرے: "اذا لم تستحی فاصنع ماشئت (الحدیث)" "بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن۔" جب آدمی بے حیا ہوجاتا ہے تو جو چاہے وہ کرتا ہے۔

مرزا قادیانی نے پیشگوئیاں کیں جو سب کی سب جھوٹی نکلیں۔ ایک طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں ہیں، دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو یہ ثابت کرسکے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی غلط ثابت ہوئی ہو مگر اس بے حیا قادیانی نے جتنی بھی پیشگوئیاں کیں اللہ تعالیٰ نے ان سب میں اس کو جھوٹا کیا مگر یہ بدبخت اپنے جھوٹ پر جما رہا اور اس کے ماننے والے بھی اس کے ساتھ جڑے رہے اور اس کے ساتھ چمٹے رہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سب کے بدبخت ہونے کی نشانی اور علامت نہیں تو اور کیا ہے؟؟

بے حیائی پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک شخص طفیلی تھا، اس کی عادت تھی کہ جب کھانے کا وقت آجاتا تھا تو یہ شخص کھانے کی جگہ پہنچ جاتا اور بن بلایا مہمان بن جاتا اور کھانے کے لئے بیٹھ جاتا تھا۔ کھانے والوں نے ایک دن کہا کہ اس کا کیا کریں کہ اس کو شرم ہی نہیں ہے، بن بلایا مہمان بن جاتا ہے۔ ایک دن انہوں نے سوچا کہ اس کا کچھ علاج کرنا چاہئے چنانچہ جب وہ آیا تو صاحب طعام نے اس کی مرمت کی اور خوب پٹائی کی اور زور سے کہا: تجھے شرم نہیں آتی، تو بڑا بے حیا ہے، روزانہ تو بن بلایا مہمان بن جاتا ہے۔ جب اس نے خوب مار کھائی تو کہنے لگا: ماشاء اللہ، ماشاء اللہ! کیا کہنا! آج تو آپ لوگوں نے میرے ابا جان کی یاد تازہ کردی ہے، اس لئے کہ میرے ابا جان بھی مجھے اسی طرح سے مار مار کر کھلایا کرتے تھے، اس بے حیا نے مار کھانے کے باوجود اس کو یہ عنوان دے دیا کہ مار کوئی بات نہیں ہے۔

ہمارے ملک کے ایک سابق حکمران وہ بھی اسی طرح ایک بے حیا انسان تھے، جب ان کے خلاف پوری قوم کھڑی ہوگئی اور تحریک چلی، جب لوگوں نے اس کو جوتے دکھائے تو اس نے کہا: ہاں! ہاں! مجھے پتہ ہے کہ جوتا مہنگا ہوگیا، صبر کرو، سستا ہوجائے گا۔ تو یہ قادیانی مرزائی بھی پرلے درجے کے بے حیا ہیں، آپ نے سنا کہ جو کچھ اس بدبخت نے پیشگوئیاں کیں سب جھوٹی نکلیں لیکن اس کو پھر بھی حیا نہیں آئی، اس میں پھر بھی تاویلیں کرتا تھا، دجل و فریب سے کام لیتا تھا۔ اس پر ایک اور واقعہ یاد آیا، ایک جوگی جس کے پاس لوگ جاتے تھے، خصوصاً بدعقیدہ قسم کے لوگ جا کر اس سے پوچھتے تھے کہ بتاؤ کہ ہمارے گھر بیٹا ہوگا یا بیٹی ہوگی؟ اب وہ زبان سے کچھ نہیں کہتا تھا، وہ ایک چھوٹے سے کاغذ پر یہ الفاظ لکھ دیتا تھا: "بیٹانہ بیٹی" اگر اس شخص کے گھر بیٹا ہوجاتا تو یہ جوگی کہتا کہ میں نے تو پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ: "بیٹا! نہ بیٹی" "نہ" بیٹی کے ساتھ لگادیا تھا۔ اگر بیٹی ہوجاتی تو وہ یہ کہتا تھا کہ میں نے تو لکھ دیا کہ "بیٹا نہ! بیٹی" لہٰذا میری بات پوری ہوگئی اور تمہارے گھر لڑکی پیدا ہوئی اور اگر کچھ نہ ہوتا تو کہہ دیتا کہ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ "بیٹا نہ بیٹی"۔ اس قادیانی بدبخت کی پیشگوئیاں بھی اسی قسم کی تھیں، وہ جو کچھ بھی کہتا تھا، اللہ پاک نے اس کو اس میں جھوٹا ثابت کیا اور اس کا جھوٹ لوگوں پر بھی واضح ہوگیا لیکن مرزائی بدقسمت اور بے حیا ہیں کہ اپنے بے حیا جھوٹے سربراہ کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔

دوسری طرف آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک بھیجے سب سچے تھے، سب کی پیشگوئیاں سچی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایرانی مجوسیوں نے رومیوں پر غلبہ حاصل کرلیا، اس وقت مشرکین مکہ نے خوشی منائیں کیونکہ جس کے ساتھ انسان کا تعلق ہوتا ہے، اسی کے ساتھ اس کا دل بھی ہوتا ہے اور خوشیاں بھی وابستہ ہوتی ہیں اور میں یہ بات بھی کہہ دیتا ہوں کہ "الکفر ملۃ واحدہ" تمام کفر ایک ہی ملت ہے۔ چونکہ مرزائی دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہیں، ان کی ہمدردیاں ہمیشہ کافروں کے ساتھ رہی ہیں، جب بھی مسلمانوں کو کوئی حادثہ پیش آیا، ہمارے ملک پاکستان میں یا پوری دنیا میں مسلمانوں کو جب تکلیف پہنچی تو انہوں نے ربوہ کے اندر چراغ جلائے، خوشیاں منائیں اور مٹھائیاں تقسیم کیں۔ ان کی یہ عادت رہی ہے (یاد رکھیں) کفار سب کے سب ہمیشہ ایک ہی ہوتے ہیں۔ بہرحال میں عرض کر رہا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی کہ کچھ سالوں میں رومی مجوسیوں پر غالب ہوجائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پیشگوئی سچی نکلی۔

حضرات گرامی! اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے وابستہ کیا اور آپ کی غلامی ہمیں نصیب فرمائی۔ دوسری طرف مرزائیوں کا گروگھنٹال مرزا قادیانی ہے جو ملعون خود اپنی ہی بدعاؤں کی وجہ سے اور اپنے اوپر لعنت لینے کی وجہ سے ملعون ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ذلت کی موت دی۔

اس امت کا سب سے بڑا فرعون ابوجہل گزرا

ہے۔ یہ اس امت کا فرعون موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون سے بڑھ کر تھا کہ اس وقت کا فرعون جب غرق ہونے لگا اور موت اس کی آنکھوں کے سامنے آئی تو اس وقت اس نے ایمان لانے کی کوشش کی، اگرچہ اس وقت اس کا ایمان قابل قبول نہیں تھا لیکن اس امت کا فرعون جس وقت یہ موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا ہوا، اس وقت بھی اس نے اپنی فرعونیت کو نہیں چھوڑا، انصار مدینہ کے دو نوجوانوں نے غزوۂ بدر کے موقع پر جب اس کو زخمی کر دیا اور وہ مرنے کے قریب ہوا، اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کے پاس گئے اور اس کا تلوار کے ساتھ سر قلم کرنے لگے۔ اس وقت بھی وہ کیا کہتا ہے؟ اس نے دو باتیں کیں جو تکبر اور فخر و غرور کی باتیں تھیں:

ا:... کیونکہ انصار کے دو نوجوانوں نے اس کو زخمی کیا تھا اور موت کے کنارے تک پہنچا دیا تھا، یہ کہنے لگا: مجھے اس کا افسوس نہیں کہ میں مر رہا ہوں لیکن اس کا افسوس ہے کہ وہ دو انصاری نوجوانوں نے مجھے مارا ہے، اپنی برادری قریش کے لوگ مجھے مارتے تو افسوس نہ ہوتا۔ اس بدبخت نے اس وقت بھی تکبر نہیں چھوڑا اور دوسری بات اس نے یہ کہی کہ میری گردن ذرا نیچے کی طرف سے کاٹنا کہ مرنے کے بعد بھی میری گردن ذرا لمبی نظر آئے۔ وہ بدبخت بھی اپنی ہی بددعا کی وجہ سے آخر کار جہنم رسید ہوا، اس نے بھی یہی کہا تھا:

"اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم" (سورۃ انفال:۳۲)

ترجمہ: "اے اللہ! اگر یہ قرآن حق ہے اور تیری طرف سے نازل کیا ہوا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور دردناک عذاب ہم پر بھیج۔"

یہ بددعا اس نے اپنے لئے کی تھی چنانچہ یہی ہوا، بدر کے میدان میں وہ دوسرے کافروں کے ساتھ ذلت کی موت مرا اور اپنی ہی بددعا کی وجہ سے ذلیل و رسوا ہوا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے یہی کچھ کیا، اس نے اپنے لئے کتنی بددعائیں کی تھیں! یہی آپ کے مولانا منظور احمد الحسینی اور مولانا محمد یوسف لدھیانوی سنا رہے تھے کہ اس نے اپنے آپ کو ہر بد سے بدتر قرار دیا اور اپنے آپ کو جتنی گالیاں ممکن ہو سکتی تھیں دیں۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا کرم اور اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ اس نے ہمیں اسلام جیسی نعمت عطا فرمائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کے ساتھ وابستہ کیا ہے، آپ سب سے بھی توقع ہے اور درخواست ہے کہ آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکن کی حیثیت سے کام کریں اور جبکہ اس ملک کے اندر مرزائیوں کا مرکز منتقل ہو چکا ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکن اور یہ اکابر بزرگ انہوں نے تو یہ کیا کہ وہاں سے یہاں آئے اور یہاں پر ڈیرہ جمادیا۔ آپ حضرات کے تعاون کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اب آپ ہی کے ملک کا یہ مسئلہ بن گیا ہے۔ الحمدللہ! کسی درجہ میں پاکستان تو ان کے حملہ سے کچھ محفوظ ہو گیا ہے، اگرچہ ان کی ریشہ دوانیاں اور سازشیں اب بھی وہاں جاری ہیں مگر ان کا مرکز وہاں سے یہاں منتقل ہو چکا ہے اور اب ان شاء اللہ! ہم آپ کو یہ بتلا دینا چاہتے ہیں کہ کبھی بھی مرزا طاہر اور اس کے مرزائی ساتھی اب پاکستان واپس جا کر مرکز قائم نہیں کر سکتے۔

گزشتہ دنوں حکومت نے بڑی کوششیں کیں اور رائے عامہ بھی ہموار کرنے کی کوشش کی اور کچھ اخبارات میں بھی اس قسم کی خبریں آنے لگیں کہ اب مرزا طاہر دوبارہ یہاں پاکستان آ کر اپنے مرکز کو قائم کرے گا اور مرزائی پھر اس ملک پر مسلط ہو جائیں گے لیکن الحمدللہ! وہاں کے غیور مسلمانوں نے یہ کہہ دیا کہ ہم قطعاً مرزا طاہر کو یہاں نہیں آنے دیں گے اور جس دن وہ آئے گا ہم اپنی جان کی قربانی دے سکتے ہیں مگر اس کے منحوس قدم کو پاکستان کی سرزمین پر نہیں رکھنے دیں گے۔ جیسے کہ میں نے بتایا کہ ان کا مرکز وہاں سے یہاں برطانیہ منتقل ہو چکا ہے، اب یہاں کے مسلمانوں کی، انگلینڈ کے مسلمانوں کی، برطانیہ کے مسلمانوں کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں، میں یہاں کے علماء کرام اور مسلمانوں سے یہی درخواست کروں گا کہ آپ یہاں پر زیادہ سے زیادہ اس کام کے لئے شب و روز محنت کریں اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ ساتھ پورا تعاون فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی مرتے دم تک نصیب فرمائے اور ایمان کے خاتمے سے اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے۔ آمین ثم آمین۔

☆☆..........☆☆

ESTD 1880
سو سال سے زائد بہترین خدمت
ABS
ABDULLAH
BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

عدل وانصاف کی بات

مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

کائنات کی ہر چیز موزوں، متوازن اور مناسب ہے، خالق کائنات نے اپنی تخلیق کا یہی طرۂ امتیاز قرار دیا ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

"مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ۝" (الملک:۳،۴)

ترجمہ: "اس مہربان ذات اللہ کی بنائی ہوئی چیز میں تم کوئی نقص نہ دیکھو گے، نگاہ دوڑا کر دیکھو، کیا تم کو کوئی شگاف نظر آتا ہے، پھر دوسری بار نگاہ ڈالو، تمہاری نگاہ ناکام ہو کر تھکی ہوئی تمہاری طرف لوٹ آئے گی۔"

لہٰذا اس مالک کی خواہش یہ ہے کہ جس طرح نظام تکوینی فتور و نقص سے پاک ہے، اسی طرح نظام تشریعی کے ذریعہ انسانی زندگی کو بھی ہر قسم کی کوتاہیوں سے پاک وصاف رکھا جائے۔ اس مقصد کے لئے شریعت نازل ہوئی اور حقائق کی ترازو قائم کی گئی اور آخرت کا تصور پیش کیا گیا، قرب قیامت کا احساس دلایا گیا تاکہ ان کا ہر کام میزان شریعت کے مطابق ہو اس عمل کے خیر و شر ہونے میں شریعت ہی کی میزان کو معیار و کسوٹی قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

"اَللّٰهُ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ" (الشوریٰ:۱۷)

ترجمہ: "اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب کو اور میزان کو اتارا ہے اور آپ کو کیا معلوم کہ قیامت قریب ہو۔"

میزان ایک تو وہ ہے جس سے ہم اشیا کو تولتے ہیں جو اپنا لطیف یا کثیف کسی قسم کا جسم رکھتی ہے، میزان کی ایک قسم وہ ہے جس سے ان مادی اشیا کے علاوہ معنوی اور علمی چیزوں کے مفید مضر ہونے کی نشاندہی کی جاتی ہے، اس میزان کا نام عقل سلیم ہے، عقل سلیم وہ میزان ہے جو حق و باطل میں امتیاز کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے اور یہ اوصاف نبوت میں سے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس بت گرو بت فروش ماحول میں پیدا ہوئے تھے، اس خصوصیت کے ساتھ جس امتیاز سے انہیں نوازا گیا تھا، وہ یہی عقل سلیم ہے جسے قرآن پاک میں "رُشد" سے تعبیر کیا گیا ہے:

"وَلَقَدْ آتَیْنَا اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ۔" (الانبیاء:۵۱)

ترجمہ: "اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ہر کام میں صحیح رہنمائی عطا کی اور اس کو خوب پہچاننے والے تو ہم ہی ہیں۔"

میزان کی تیسری قسم وہ عدل وانصاف ہے جس سے فرد یا جماعت بلکہ قوموں کے اخلاقیات کی درجہ بندی کی جاسکتی ہے، قوموں کی زندگی میں اس کا بڑا موثر کردار رہا ہے۔ جو قومیں عدل وانصاف کے تقاضے پورے نہیں کرتیں، ظلم و جفا ان کا شیوہ بن جاتا ہے اور یہ جرثومہ جس فرد یا جماعت میں سرایت کر گیا، تاریخ نے اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر ہی دم لیا ہے، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، اصحاب ایکہ، اصحاب اخدود، فرعون مصر اور نمرود کی تاریخ یہی رہی ہے، یہاں تک کہ ان کی زندگی کی شام کو نور سحر کی تنویر نہ مل سکی اور آخر وقت میں فرعون نے "الٰہ موسیٰ" کا دم بھرنا چاہا تو اس کے منہ میں مٹی بھردی گئی اور خاک چاٹتا وہ دنیا سے اپنے لاؤ لشکر سمیت سدھار گیا:

"فَمَا بَكَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِیْنَ۔" (الدخان:۲۹)

ترجمہ: "نہ تو ان پر آسمان رویا اور نہ زمین نے آنسو بہایا اور نہ ہی انہیں مہلت ملی۔"

عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرنے میں دو چیزیں حائل ہوتی ہیں:

(۱) غایت حب، (۲) شدت بغض۔

اس کی وجہ سے ہر زمانہ میں عدل وانصاف متاثر ہوتا رہا ہے اور ظلم و جفا کاریوں کے فروغ کا سبب بھی یہی دو عنصر رہے ہیں۔ قرآن پاک نے ان دونوں کی نشاندہی کی اور اس سلسلہ میں اعلیٰ تعلیم اور اخلاقی تربیت کے ساتھ منشا تقویٰ اسے قرار دیا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ۝" (النساء:۱۳۵)

ترجمہ: "اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے بنو، اللہ کے لئے گواہی دینے والے بنو، خواہ وہ اپنے خلاف ہو یا والدین خویش و اقارب کے خلاف ہو۔"

انسان کو اپنی ذات بہت محبوب ہوتی ہے، اس

کے بعد اس کے اصول وفروع، والدین اور اولاد ہوتی ہے، پھر اقارب کا نمبر آتا ہے، ان کی محبت عدل و انصاف کے قائم کرنے میں بار ہا حائل ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے حکومت کے ایوانوں میں، مدارس، مکاتب اور خلوص وللّٰہیت کے مراکز خانقاہوں میں اس کے اثرات کے مشاہدے ہوتے رہتے ہیں، اسلام نے اس آیت کے ذریعہ جو ذہنی اور فکری تربیت کی، اس کا اثر یہ ہوا کہ دنیا ہی بدل گئی، فکری انقلاب نے زندگی کا دھارا ہی موڑ دیا۔

قاضی شریحؒ بڑے پائے کے عالم محدث اور نامور قاضی گزرے ہیں، ایک مرتبہ ان کے صاحبزادے نے عرض کیا کہ ابا جان! فلاں شخص سے میرا فلاں معاملہ میں نزاع ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس مقدمہ کو آپ کی عدالت میں لے جاؤں لیکن معاملہ کی صورت حال آپ پہلے سن لیں اور یہ اطمینان دلادیں کہ مقدمہ میں کامیابی ہمیں ملے گی تو میں آپ کی عدالت سے رجوع کروں، قاضی نے معاملہ کو بڑی سنجیدگی سے سنا اور فرمایا کہ تم عدالت سے رجوع کرو۔ بیٹے نے باپ کی عدالت میں قضیہ پیش کیا اور باپ نے بحیثیت قاضی بیٹے کے خلاف فیصلہ سنایا، بیٹا انگشت بدنداں رہ گیا، عرض کیا: ابا جان! صورت حال تو آپ کو پہلے ہی بتلادی تھی، آپ اسی وقت فرمادیے ہوتے تو مجھے عدالت میں شرمندگی نہ اٹھانی پڑتی۔

قاضی صاحب نے کہا: بیٹا تمہیں شرمندگی ہوئی لیکن یہ معاملہ عدل وانصاف کا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اگر میں پہلے بتادیتا تو ہوسکتا تھا کہ تم اس شخص پر دباؤ ڈال کر صلح کرلیتے اور اس طرح اس کا حق تم دبالیتے، اس لئے میں نے تم سے یہ کہا کہ عدالت سے رجوع کرو تاکہ حق، حق والے تک پہنچ جائے، فیصلہ چاہے اپنے ہی خلاف کیوں نہ ہو۔

احمد شاہ ابدالی کا واقعہ بھی ایسا ہی نقل کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ کے خویش (داماد) نے ایک آدمی کو کسی بات پر قتل کردیا اور دباؤ ڈال کر اس قتل کے کیس کو عدالت تک نہ پہنچنے دیا، کچھ دنوں کے بعد بادشاہ کو کسی طرح اس کی اطلاع ہوگئی، بادشاہ نے فوراً اس معاملہ کو قاضی کی عدالت میں پیش کئے جانے کا حکم دیا۔ عدالت کا فیصلہ کھلا ہوا تھا، بادشاہ کے داماد کو پھانسی کی سزا سنائی گئی، ملکہ نے سفارش کی اور کہا کہ شہزادی بیوہ ہوجائے گی، رحم کی اپیل کی لیکن بادشاہ نے کہا: اگر ایک غریب کی بیٹی بیوہ کی جاسکتی ہے تو بادشاہ کی بیٹی بھی بیوہ ہوسکتی ہے۔ داماد کو سولی دے دی گئی اور کئی دن تک لاش سولی پر لٹکتی رہی۔

دوسرا عنصر شدت غضب یا بغض ہے، نفرت بیزاری، عداوت، شکررنجی کی وجہ سے عدل وانصاف کا کہاں کہاں اور کس کس انداز میں خون ہوتا رہتا ہے اور ظلم وبربریت اور سفاکی کے خون آشام مناظر پیش آتے رہے ہیں، آج انہیں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، آج ہر کام پروفیشنل ہے، اخلاقی حیثیت پہلے ہی مجروح ہوچکی ہے، لیکن جب دین قائم ہوتا ہے اور اخلاقی تقاضوں کی بالادستی ہوتی ہے تو اس قسم کے نمونے سامنے آتے ہیں جس کی عقل توجیہ کرنے سے قاصر ہوتی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا عہد خلافت ہے، سمرقند کا ایک وفد دارالخلافہ حاضر ہوتا ہے اور خلیفہ وقت سے شکایت کرتا ہے کہ اسلامی فوج کے سپہ سالار اعظم قتیبہ بن مسلم باہلی نے نے اہل سمرقند پر حملہ سے پہلے نہ دین پیش کیا اور نہ ہی صلح وجزیہ کی بات کی، اس طرح انہوں نے اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے، ہم انصاف کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے قاضی جمیع بن حاضر باہلی کو اس مقدمہ کی سماعت پر مامور کیا، قتیبہ بن مسلم "باہلی" خاندان کے تھے اور قاضی صاحب کا تعلق بھی اسی خانوادہ سے تھا، معاملہ اسلام اور کفر کے درمیان تھا، مسلمانوں کا داخلہ فاتح کی حیثیت سے سمرقند میں ہوچکا ہے، اس کی فتح پر تقریباً سات روز گزر چکے ہیں، انتظامی ذمہ داریاں مسلمانوں نے اپنے ہاتھوں میں لے رکھی ہیں، حالات اس کے غماز ہیں کہ فیصلہ ہر حال میں مسلمانوں کے حق میں ہوگا لیکن جب عدل وانصاف کی بالادستی ہوتی ہے تو مظلوم کو اپنی فصل خصومات کے لئے مرافعہ کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی اور اسے انصاف ملتا ہے۔

حضرت قاضی جمیع بن حاضر باہلی نے مقدمہ کی سماعت کی اور فیصلہ سنایا کہ: "چونکہ اسلامی فوج نے اسلامی اصول جنگ کی خلاف ورزی کی ہے لہٰذا فوج فوراً شہر چھوڑ کر بیرکوں میں واپس آجائے، اس کے بعد اہل شہر کو موقع دیا جائے، وہ دین قبول کرلیں یا جان ومال کے تحفظ کے عوض جزیہ پر راضی ہوجائیں، اگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات قبول نہ کریں تو پھر جنگ کی جائے۔

اسلامی فوج نے اس فیصلہ کو قبول کیا، لشکر اسلام سمرقند سے باہر کیمپوں میں آگیا لیکن اہل شہر کو اس واقعہ نے اس درجہ متاثر کیا کہ انہوں نے صرف شہر کو اسلام کے حوالے نہیں کیا بلکہ برضا ورغبت اسلام کو بطور دین کے قبول کرلیا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ عدل کی تاثیر تیر وتفنگ سے بھی زیادہ ہے۔

اسی طرح کا واقعہ ایک مرتبہ مظفر نگر کے مردم خیز قصبہ کاندھلہ میں پیش آیا، انگریزوں کی حکومت تھی، کاندھلہ کی جامع مسجد کے قریب زمین کے تعلق سے ہندو، مسلمانوں میں نزاع پیدا ہوگیا، مسلمان کہتے تھے کہ یہ زمین مسجد کی ہے اور ہندوؤں کا دعویٰ تھا کہ یہ مندر کی اراضی ہے۔ موضع ایلم پور جو

کاندھلہ کے قریب ہے وہاں انگریز جج کا کیمپ لگا ہوا تھا، مقدمہ پیش ہوا تو جج نے ہندوؤں سے کہا کہ کوئی مسلمان اس بات کی شہادت دے کہ یہ زمین مندر کی ہے تو تمہارے حق میں فیصلہ ہو جائے گا، اسی طرح مسلمانوں سے بھی شہادت پیش کرنے کی بات کہی گئی۔ مسلمانوں نے کہا کہ کوئی ہندو اس کی شہادت نہیں دے گا کہ یہ زمین جامع مسجد کی ہے، ہم کسی ہندو کو پیش کرنے سے قاصر ہیں لیکن ہندوؤں نے کہا کہ ہم تیار ہیں، وہ قصبہ کے ایک بزرگ عالم دین مولانا الٰہی بخش کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجرا سنایا، انہوں نے کہا کہ میں شہادت کے لئے تیار ہوں لیکن مشکل یہ ہے کہ میں نے یہ قسم کھا رکھی ہے کہ کسی انگریز کا منہ نہیں دیکھوں گا، اس لئے معذور ہوں۔ انگریز جج سنجیدہ اور معاملہ فہم تھا، اس نے کہا کہ وہ آجائیں اور پشت میری جانب کر کے اپنی بات کہہ دیں، ہم انہیں عزت کے ساتھ واپس کردیں گے۔ اس پر وہ راضی ہوگئے اور حاضر عدالت ہوئے اور انگریز جج کی طرف پشت کر کے کہا: ''وہ اراضی درحقیقت مندر کی ہے، مسجد کی نہیں۔'' فیصلہ ہندوؤں کے حق میں ہوگیا، مسلمان مقدمہ ہار گئے لیکن اسلام جیت گیا، کئی خانوادے اسلام سے قریب ہوگئے اور نعمت اسلام سے بہرہ ور ہوئے، لہٰذا قرآن پاک کا ارشاد ہے:

''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔'' (المائدہ:۸)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو، عدل کرو، یہی بات زیادہ قریب ہے تقویٰ سے۔''

حضرت عمار بن یاسرؓ نے فرمایا: ''ثلاث من جمعھن جمع الایمان، الانصاف من نفسک، بذل السلام للعالم، والانفاق من الاقتار۔'' (بخاری شریف)

ترجمہ: ''جس نے تین چیزیں جمع کرلیں اس نے ایمان کو حاصل کرلیا، اپنی ذات سے انصاف، سب کو سلام کرنا اور مفلسی میں بھی خرچ کرنا۔''

''مِن نفسک'' کے یہاں دو مفہوم ہوسکتے ہیں۔ وہ یہ کہ انصاف دل سے کرے، انصاف کرنے میں حکومت کا خوف، رشوت کی فکر اور دیگر محرکات سے وہ آزاد ہو، نہ دکھاوا ہو نہ ریا اور ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''انصاف اپنی ذات میں کرنا'' اپنے معاملہ میں کرنا، کیونکہ دوسروں کے معاملہ میں انصاف کرنا بہ نسبت اس کے کچھ آسان ہے، جو شخص خود اپنے معاملہ میں انصاف کرے گا وہ دوسروں کے معاملہ میں بطریق اولیٰ انصاف کرے گا۔

انصاف کی بات بھی یہی ہے کہ ہر معاملہ کو اپنی ذات کے تناظر میں دیکھے اور یہ خیال کرے کہ اس موقع پر وہ خود ہوتا تو اس کی خواہش کیا ہوتی، یہ تصور بھی بہت حد تک عدل و انصاف پر قائم رہنے میں مدد و معاون ہوگا۔ آج اسی کی کمی ہے ہر شخص فرد ہو یا جماعت ہر چیز میں اس کی ترجیحات کا محرک انتفاع ہے، سیاست ہو یا تجارت یا اور کوئی شعبہ، اس کی وجہ سے ایک دوسرے پر ظلم کرنا، کسی کی عزت و ناموس سے کھیلنا، غربت و افلاس کی بنیاد پر استحصال کرنا، کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا ایک عام بات ہوگئی ہے اور فساد ہی فساد ہر طرف پھیلتا جارہا ہے، آج قومی سیاست کا بھی المیہ یہی ہے اور مسلمان بھی اس خودغرضانہ سیاست کے پُرفریب جال میں پھنستے اور تعفن خیز کیچڑ میں دھنستے چلے جارہے ہیں۔ عدل کے تقاضوں میں سے یہ بھی ہے کہ ہمیں کسی فرد یا جماعت کو تعاون دیتے وقت بھی اس اصول کو مدنظر رکھنا چاہئے:

''تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔'' (المائدہ:۲)

ترجمہ: ''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو، برائی اور زیادتی کے کاموں میں ہاتھ نہ بٹاؤ۔''

لہٰذا کسی پارٹی، جماعت، تنظیم کا ساتھ دیتے وقت اس کا خیال ضروری ہے۔ سیاسی پارٹیوں میں سے بھی اس پارٹی کا انتخاب عدل سے زیادہ قریب ہوگا جس کی سیاست خودغرضانہ سیاست سے کچھ بلند ہو۔ ☆☆☆

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 32514972-32531133

صاحبِ پیغام قوم کی صفات

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

ایک زندہ اور صاحب پیغام قوم کی زندگی میں جن خصوصیات اور صفات کا پایا جانا ضروری ہے، ان میں صبر، صدق اور حالات کا مقابلہ کرنے، خطرات کے سامنے سینہ سپر ہونے کی صفات ہمیشہ اہمیت رکھتی ہیں اور ہر داعی حق کی زندگی میں یہ نمایاں طور پر موجود ہوتی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ تینوں صفات جس طرح نمایاں نظر آتی ہیں کسی اور داعی کی زندگی میں اس طرح کھل کر سامنے نہیں آتیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر ان تینوں صفات کا مظاہرہ فرمایا اور امت کی فلاح وخوش بختی کے لئے آپ نے ایک ایک لمحہ صبر وسچائی اور حالات کا مقابلہ کرنے میں گزار دیا۔

سب سے پہلے آپ کو نبوت اور دعوت الی اللہ کا منصب عطا ہوا تو اس راہ کی مشقتوں پر صبر کرنے کی ترغیب آپ کو دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ولربک فاصبر۔''(المدثر:۷) ...اپنے رب کے لئے صبر کیجئے....

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ حق کی مصیبتوں پر جس طرح صبر فرمایا اس کی مثال دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے اور درحقیقت یہی صبر آپ کی کامیابی اور ترقی کی وہ کنجی ہے جس سے آپ نے صدیوں سے بند انسانیت کے دروازے کو کھولا اور انسانوں کے سامنے سعادت وخوش بختی کے راستے ہمیشہ کے لئے ہموار فرمادیے۔

دوسرا مرحلہ جو کسی داعی یا صاحب پیغام قوم کی زندگی میں پیش آتا ہے وہ ''صدق'' ہے۔ یہاں صدق سے محض بات کی سچائی مراد نہیں ہے بلکہ داعی کے قلب کا اطمینان کہ وہ جس پیغام یا دعوت کو لوگوں میں پیش کر رہا ہے، وہ اللہ کا پیغام ہے اور اس میں نفس کی غرض کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہے اور وہ اپنی کوشش اور اپنی جدوجہد میں انتہائی مخلص ہے یعنی وہ صرف رضائے الٰہی کے ماتحت یہ سب کچھ کر رہا ہے اور اس پر ثابت قدم ہے۔

چنانچہ یہی صدق واخلاص صاحب دعوت کی وہ بڑی طاقت ہے جو اس کو خوف وخطر کے احساس سے بالاتر کردیتی ہے اور ''حالات کا تقاضا، مصلحت کی رعایت'' اس کی نظروں میں ایک بے قیمت شے بن کر رہ جاتی ہے۔

جنگ حنین کے دن جب مسلمانوں کو ابتدا شکست کا سامنا ہوا اور اکثر سپاہی میدان جنگ سے بھاگ نکلے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ ثابت قدم رہ کر جو نعرہ بلند کیا وہ بالکل وہی نعرہ تھا جو آپ نے اپنی سب سے پہلی دعوتی تقریر میں کوہ صفا پر بلند فرمایا تھا:

انا النبی لا کذب
انا ابن عبدالمطلب

اس اعلان کے سنتے ہی بھگنے والے سپاہی واپس آگئے اور انہوں نے ایسا حملہ کیا کہ دشمن کو شکست فاش ہوئی۔

ہجرت سے قبل عتبہ بن ربیعہ عبشمی قریش کے نمائندے بن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے طرح طرح سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت الی اللہ کا کام ترک کرنے پر راضی کرنے کی کوشش کی اور اس کے لئے انہوں نے ہر طرح کی تجویز رکھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر تجویز پر انکار فرمایا اور اس کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ عتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی اور پیغام حق پر اصرار کا اندازہ لگا کر ناکام واپس آگیا۔

دنیا کا کوئی پیغام جب بھی صبر وصدق کی بنیاد پر قائم ہوتو اس کے لازمی نتیجے کے طور پر حالات کا مقابلہ کرنے کا مرحلہ پیش آتا ہے۔ حالات کا مقابلہ کرنا اور مصالح کی رعایت سے چشم پوشی کرنا، اسی وقت ممکن ہے جب صبر واخلاص کا عنصر اپنی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ اس پیغام میں موجود ہو اور وہ کسی لمحے کے لئے بھی اس سے جدا نہ ہوسکتا ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پیغمبری کے پہلے ہی دن سے مسلسل حالات کا مقابلہ کرنے اور خطرات کے سامنے سینہ سپر ہونے کا ایک سلسلہ ہے۔ چنانچہ موت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں کسی درجے میں بھی قابل اعتنا چیز نہ تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کی راہ میں خطرات کے سامنے سینہ سپر ہونے اور حالات کا مقابلہ کرنے کا جو مطلب بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ دین اور عقیدے کی راہ میں موت کو ایک مقدس آرزو اور زندگی کا ایک

حقیر متاع تصور کیا جائے اور منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے موت کا خوف اور جینے کی آرزو سدِ راہ نہ بنے۔ چنانچہ اس حقیقت کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اشارہ فرمایا ہے:

”عنقریب تمہارے اوپر دوسری قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کھانے والے اپنے کھانے کے پیالے پر ٹوٹتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا ہم لوگ اس وقت بہت قلیل تعداد میں ہوں گے؟ فرمایا: نہیں! بلکہ تم لوگ بہت زیادہ تعداد میں ہوگے لیکن تم سیلاب کے کوڑے اور جھاگ کی طرح بالکل کمزور اور بے وزن و بے جان ہوگے۔ تمہارا حال یہ ہوگا کہ تم موت کو ناپسند کروگے اور زندگی کے طالب ہوگے۔“

یہ حدیث کس طرح آج مسلمانوں کے حالات پر منطبق ہورہی ہے؟! کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ان پر دوسری قومیں ہر طرف سے مسلط ہیں اور ہر راہ سے ان پر حملے کررہی ہیں حالانکہ ان کی تعداد دوسری قوموں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے لیکن وہ اپنی کمزوری اور بے وقعتی میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔

کسی زندہ اور صاحب دعوت قوم کی یہ علامت نہیں ہے کہ وہ اپنی خصوصیات اور ان صفات سے قطع نظر کرکے زندگی بسر کرے جو اس کا طرۂ امتیاز اور دوسروں کے مقابلے میں اس کی عظمت و تقدس کی نشانی ہے، بلکہ زندہ قوم ہمیشہ اپنے پیغام کو زندہ رکھتی ہے اور دوسروں کے لئے زندگی کا نشان بنتی ہے لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آج امت محمدیہ اپنے پیغام اور اپنے مقام سے بے خبر دوسری حقیر اور بے ضمیر قوموں کے سہارے جی رہی ہے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کررہی ہے۔

جس قوم کا شعار تھا کہ مصیبتوں سے نہ گھبراؤ، راہ کی دشواریوں کی پرواہ نہ کرو اور کانٹوں پر چل کر بھی مسکراؤ، جس کا پیغام تھا کہ انسان کو انسانیت کا درس دو، حق و صداقت کی راہ میں ثابت قدم رہو اور حالات خواہ کیسے ہی پیش آئیں ان کا صدق دل سے مقابلہ کرو اور اس میں ہر قسم کے خطرے کو حقیر سمجھو اور موت کا بڑھ کر استقبال کرو، وہی قوم زندگی کے اس سبق کو فراموش کرکے اور اپنی قیمتی قدروں کو پامال کرکے غیروں کے رحم و کرم پر زندگی بسر کررہی ہے۔

یہ حال کسی ایک ملک یا کسی خاص خطے کا نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان جہاں بھی ہیں وہ اپنے مقام اور اپنے پیغام سے غافل ہوکر انتہائی کمزور، بے دست و پا اور غیروں کے سہارے جی رہے ہیں، انہوں نے اپنی اس قیمتی متاع کو پس پشت ڈال رکھا ہے جو ان کو ہر خطرے سے محفوظ اور پورے عالم میں سرخرو اور سربلند رکھنے کی ضامن ہے۔

مسلمان اپنے بھولے ہوئے سبق کو پھر یاد کریں، صبر و صداقت کا سبق پھر دہرائیں اور حالات سے مصالحت کرنے کے بجائے اس سے نبرد آزما ہوکر دنیا پر ثابت کردیں کہ درحقیقت حالات کوئی اہمیت نہیں رکھتے بلکہ حالات انسان کے عزم اور اس کے حوصلے کے تابع ہیں۔ پست ہمت قوم کے سامنے قدم قدم پر رکاوٹ ہے لیکن بلند ہمت قوم حالات کو کبھی خاطر میں نہیں لاتی، اس کی لغت میں حالات و مصالح اور خطرات کا کوئی وجود نہیں۔

(بشکریہ پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ، ۲۵/اکتوبر ۲۰۱۵ء)

جواہرات .... چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

☆......خواہشات کی آگ کو تم سو برس بجھاتے رہو، ایک دن بد صحبت میں بیٹھو، بس آگ پر تیل پڑ جاتا ہے۔

☆......گناہ بہار حسن پر خزاں کی طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔

☆......اولاد باغ زندگی کا سب سے شیریں میوہ ہے۔

☆......جہاں نگاہ بے حجابیاں دکھائے، وہاں سے شرافت رخت سفر باندھ کر چل دیتی ہے۔

☆......چھوٹے منہ سے جو بڑی بات نکلتی ہے تو وہ بڑے تکلف سے نکلتی ہے۔

☆......پاکیزہ تعلیم سے پاکیزہ خیال پیدا ہوتے ہیں، شمع روشن سے ضیا و نور نکلتی ہے۔

☆......طبیعت کو گناہ پر ایک دفعہ جسارت ہوجائے تو توبہ کا تار و پود بکھر جاتا ہے، جتنا چاہو ارادہ مضبوط کرلو کہ گناہ کا پھر اعادہ نہ کریں گے مگر وہ مرض کی طرح جسم کے ساتھ یکجان ہوجاتا ہے۔

☆......گناہ سے پرہیز عین شرافت ہے، گناہ سے توبہ مرض گناہ کا علاج ہے، علاج سے پرہیز اچھا ہے۔

☆......توبہ کو پورا کرنا آسان نہیں، منہ سے لفظ توبہ نکالنا کچھ مشکل نہیں۔

☆......زبان دل کی ترجمان ہے، الفاظ سے خیالات کا پتہ چلتا ہے۔

☆......آغوش عصیاں میں اللہ جانے کیوں اتنی کشش ہے کہ عقل سلیم طعنہ خلق کی زنجیروں کو تار عنکبوت کی طرح توڑ کر انسان خوف خدا سے بھی لاپرواہ ہوجاتا ہے، یہ ابن آدم کی روحانی موت ہے۔

☆......تجربہ انسان کو بے شک عقلمند بناتا ہے۔

انتخاب: مولانا قاضی احسان احمد

حضرت مولانا سیّد نظام الدینؒ کی رحلت

مولانا شمس الحق ندوی

ہندوستان کے ممتاز عالم دین، بے لوث خادم قوم وملت، امیر شریعت حضرت مولانا سیدنظام الدینؒ نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم ایک ممتاز علمی، دینی اور ملی شخصیت کے حامل تھے، ان کا حادثۂ وفات ملت اسلامیہ ہند کا ناقابل تلافی نقصان ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر بھرپور انتظامی صلاحیت رکھی تھی، نصف صدی تک انہوں نے امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ اور تقریباً ایک چوتھائی صدی تک آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی نازک ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دیا اور دونوں تنظیموں کو تقویت پہنچائی، بورڈ کے وقار واعتماد کو قائم رکھنے اور سنبھالنے میں بڑی مہارت کا ثبوت دیا اور ملت کے مسائل میں جرأت کے ساتھ اقدام کیا، بورڈ میں مختلف جہات کے افراد شامل ہیں، سب کو لے کر چلتے رہے، طبیعت بڑی سلجھی ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم سے امت کا بڑا کام لیا، اللہ انہیں ان کا بھرپور بدلہ عطا کریں۔

مولانا کے جد اعلیٰ قاضی صادق علی بڑے ہوشمند اور دین کے لئے متحرک لوگوں میں سے تھے اور امیر المومنین سید احمد شہیدؒ کی تحریک سے منسلک تھے، ہزار تقاضوں کے باوجود انہوں نے انگریزی فوج کو رسد مہیا نہیں کی، اس کی وجہ سے ان کا مکان جو گوری گھاٹ میں تھا لوٹا اور جلایا گیا اور خود ان کے لئے ''جہاں دیکھو، گولی ماردو'' کا حکم جاری ہوا اور دو سال تک وہ روپوش رہے، ملکہ وکٹوریہ کلکتہ کی طرف سے جب عام معافی کا حکم آیا تو قاضی شہر کو بھی بری کردیا گیا۔ اس کے بعد وہ برابر گوری گھاٹ میں رہے اور اس پورے علاقے میں وہ مذہبی پیشوا کی حیثیت رکھتے تھے۔ قاضی صادق علی کے دو بھائی تھے، میر عثمان علی، میر حیدر علی۔ یہ دونوں مدرسہ صادق پور میں پڑھتے تھے اور وہیں سے مجاہدین کا قافلہ حضرت سید احمد شہیدؒ کی مدد کے لئے پنجاب وسرحد روانہ ہوتا تھا۔ میر عثمان علی کی تعلیم مکمل ہوگئی تھی اور نکاح بھی ہوگیا تھا مگر وہ چھوٹے بھائی میر حیدر علی کو ساتھ لے کر (جن کی عمر ۱۸ سال تھی) مجاہدین کے ساتھ نکل گئے اور حضرت سید صاحبؒ کے قافلہ سے جاملے اور دونوں بھائی حضرت سید صاحبؒ کے ساتھ بالاکوٹ میں شہید ہوگئے۔ ان تین بھائیوں میں صادق علی رہ گئے اور انہوں نے تعلیم وقضا اور دینی رہنمائی کا کام کیا اور مجاہدین کو رسد بھیجنے کا عمل بھی جاری کیا۔ قاضی صادق علی کے بڑے فرزند قاضی عبدالقادر تھے، ان کے فرزند اور مولاناؒ کے دادا قاضی شرف الدین (متوفی ۱۹۳۹ء) بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ مولانا سید محمد علی مونگیریؒ سے بیعت وارادت کا تعلق رکھتے تھے اور ان کے فرزند سید حسین مولاناؒ کے والد ماجد تھے جو علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے۔ عربی، اردو اور فارسی زبانوں پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ ۱۹۴۲ء میں ان کا اپنے والد کی حیات میں انتقال ہوا تھا، ان کی عمر ۴۲ سال ہوئی، ان کے بڑے بھائی سید حسن کی عمر ۴۴ سال تھی اور ان دونوں کے والد قاضی شرف الدین کی عمر دونوں کی عمروں کو ملاکر ۸۶ برس ہوئی اور دادی کا نام سیدہ فاطمہ تھا۔ مولانا مرحوم کا خاندان علاؤالدین خلجی کے زمانہ میں خراسان کے راستے دہلی اور پھر بہار شریف (بہار) آیا اور بہار شریف سے قاضی بناکر شیر گھاٹی بھیجا گیا جو شیر شاہ سوری کا بسایا ہوا علاقہ تھا اور گوری گھاٹ قاضی رجب علی اور مولانا رحمت علی دو بھائی آئے۔ مولانا رحمت علی بڑے عالم تھے، قاضی رجب علی کے تین فرزند قاضی صادق علی، میر عثمان علی، میر حیدر علی تھے۔ مولاناؒ کا سلسلۂ نسب حضرت علی زین العابدین بن سیدنا حسین بن علی تک پہنچتا ہے۔

حضرت مولانا ۳۱/مارچ ۱۹۲۷ء کو پیدا ہوئے، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے ۱۹۴۶ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث پڑھا تھا اور ۱۹۵۲ء میں ان کے بہار کے سفر میں جہان آباد میں بیعت ہوئے تھے، جیسا کہ مولاناؒ نے خود بتایا کہ دیر تک کلمات تلقین فرمائے، پہلا دوسرا کلمہ پڑھایا اور عہد لیا کہ جھوٹ نہیں بولو گے، اذیت نہیں پہنچاؤ گے اور شرک کی کوئی بات نہیں کروگے، مخلوق کی خدمت کروگے، سنت کی پیروی کروگے، حلال کی رغبت رکھوگے، حرام سے بچو گے اور بھی دیر تک نصیحتیں فرمائیں۔ مولانا فرماتے تھے کہ میں نے سر سے ٹوپی اتاری، حضرت نے سر پر ہاتھ پھیرا، سنت کی اتباع اور استغناء عن الخلق اور حق پر قائم رہنے پر زور دیا اور فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو اللہ کا ہوجاتا ہے، اللہ اس کا ہوجاتا ہے،

اس کی کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ چنانچہ مولانا نے پوری زندگی اس وصیت کو پیش نظر رکھا اور تمام اعمال میں رضائے الٰہی کو مقصد حیات بنایا۔ مولانا فرماتے تھے کہ دو چار شخصیتوں نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا، ان میں ایک شخصیت مفکر اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ کی بھی تھی، انہیں ان سے اور ندوۃ العلماء سے بڑا تعلق ہو گیا تھا اور انہیں حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ کی طرف سے ان کے جانشین حضرت مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی نے اجازت بیعت وارشاد سے بھی سرفراز کیا تھا۔

آخر میں ان دونوں بزرگوں نے ملت اسلامیہ ہند کی کشتی کی جس طرح ناخدائی کی اس کی نظیر کمیاب ہے، پھر فکری و مزاجی ہم آہنگی، اعتدال و توازن، حکمت وتدبر، تحمل و بردباری اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کے طریقے نے جو فائدہ پہنچایا، اس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی اور مجلس نظامت دونوں جلسوں میں اہتمام سے شرکت فرماتے تھے، جن میں اکثر صدارت انہی کی ہوتی تھی اور سبھی شرکاء مجلس ان کی رائے کو اہمیت دیتے تھے۔ وہ بیک وقت آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے جنرل سیکریٹری، بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کے امیر شریعت، ندوۃ العلماء اور دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے اہم رکن اور ملت اسلامیہ ہند کی مایہ ناز شخصیت تھے اور علم وادب کی جامعیت کے ساتھ ربانیت کی صفت سے متصف تھے۔ ۳؍محرم الحرام ۱۴۳۷ھ/ ۱۷؍اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز سنیچر پھلواری شریف پٹنہ میں ۸۹ سال کی عمر میں وفات پائی اور ہزار ہا ہزار کے مجمع کو ان کی نماز جنازہ مولانا سیّد محمد ولی رحمانی مدظلہ نائب امیر شریعت بہار نے پڑھائی۔ پسماندگان میں کئی صاحبزادے اور صاحبزادیاں ہیں جن میں مولوی عبدالواحد ندوی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے فاضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل دے۔ آمین۔ ☆☆

سالانہ روحانی اجتماع

کراچی (مولانا عبدالحئی مطمئن) جامع مسجد مکہ مدرسہ عمر فاروق بالمقابل کراچی یونیورسٹی گلستان جوہر میں واقع خانقاہ ناصریہ علائیہ مجددیہ کا سالانہ دینی، تبلیغی، اصلاحی روحانی اجتماع ۲۵؍محرم الحرام ۱۴۳۷ھ بمطابق ۸؍نومبر ۲۰۱۵ء بروز اتوار ظہر تا عصر منعقد ہوا۔ اجتماع کا آغاز تلاوت کلام مجید سے ہوا۔ اس بعد ہدیہ نعت رسول مقبول پیش کیا گیا۔ اجتماع کے روح رواں، مہمان خصوصی، سلسلۂ نقشبندیہ، علائیہ، مجددیہ کے عظیم بزرگ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر پیر طریقت، رہبر شریعت، ولی کامل حضرت مولانا حافظ پیر ناصر الدین خاکوانی دامت برکاتہم نے اپنے خصوصی بیان میں کہا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح اس ایمان کا صحابہ کرامؓ کی کیفیت پر ہونا بھی ضروری ہے۔ حضرت صحابہ کرامؓ کی ایمانی کیفیت یہ تھی کہ وہ خدا اور رسول کی اطاعت میں کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ صحابہ کرامؓ جب ایمان لائے تو وہ ہر طرف سے رُخ موڑ کر صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ہو کر رہے، انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو پوری دنیا کو چھوڑا لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کے لئے بھی چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا مطلب یہی ہے کہ مسلمان کھل کر اپنے دین پر مضبوطی سے عمل کریں۔ یاد رکھیں اپنے دین پر سختی سے عمل پیرا ہونا تشدد پسندی ہے نہ دہشت گردی۔ چاہے کوئی بے دین کچھ بھی کہے، دہشت گردی تو ملکی قوانین کی خلاف ورزی کا نام ہے، ہر قافلہ کے سُرخیل ہوتے ہیں ختم نبوت کے صدقہ اس امت کے سُرخیل حضرات صحابہ کرامؓ ہیں۔ ہمارے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نیا دین اور شریعت قابل قبول نہیں ہے۔ آج نظام کائنات کی بقا امت محمدیہ کے وجود سے وابستہ ہے۔ اسلام کو مٹانے والے خود مٹ جائیں گے۔ ختم نبوت، شریعت محمدی، دین اسلام اور مسلمان قیامت تک رہیں گے ان کا محافظ خود خدا ہے۔ ان کے خاتمہ کا تصور کرنا یہ دشمنان دین کی بھول ہے۔ آخر میں حضرت خاکوانی صاحب کی دعا پر اجتماع کا اختتام ہوا۔ اجتماع میں حضرت خاکوانی صاحب کے خلیفہ مجاز بیعت پیر پروفیسر عرفان شاہ، اقرأ روضۃ الاطفال کے منتظم مفتی خالد محمود، روزنامہ اسلام کراچی کے ایڈیٹر انجینئر محمد افضل خان، جامعہ الصفہ سعید آباد کے استاذ مولانا شمشاد، مفتی دلشاد، مسجد گلشن حبیب کے امام و خطیب قاری عاشق حسین فاروقی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا عبدالحئی مطمئن (راقم السطور) کے علاوہ دیگر علماء کرام، مشائخ عظام، خلفاء حضرات اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ افراد نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کاوشوں کو قبول فرما کر پوری انسانیت کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ پوری امت مسلمہ کو اخلاق رذیلہ سے بچا کر اخلاق حمیدہ کا خوگر اور حامل بنائے۔ آمین ثم آمین۔

مرزائیت اور عدالتی فیصلے!

قسط:۲

مولانا شاہ عالم گورکھپوری

ازالہ تلبیسات کے دلائل:

مسلمان مناظر کو چاہئے کہ پورے زور وشور کے ساتھ عوام پر پہلے ہی یہ واضح کردے کہ قادیانی گروہ کوئی مذہبی جماعت نہیں بلکہ ایک تجارتی کمپنی ہے، مذہب کے نام پر دجل وتلبیس جس کا سرمایہ ہے اور پھر حسب ذیل دلائل سے قادیانیوں کی آرزوؤں پر پانی پھیرتے ہوئے یہ ثابت کردے کہ دعاوی مرزا موضوع بحث بننے کے قابل ہی نہیں۔

۱:... وفات مسیح یا اجرائے نبوت وغیرہ مسائل مذہبی بحثیں ہیں، اس کے لئے یہ واضح ہونا ضروری ہے کہ کون فریق مسلمان ہے اور کون کافر؟ جو فریق کافر ٹھہرے گا اس کا ایمان قرآن وحدیث پر نہ ہوگا پھر اس سے بحوالہ قرآن وحدیث بحث کرنا چہ معنی دارد؟ جبکہ ان مسائل میں خالص قرآن وحدیث ہی زیر بحث آئیں گے اور پھر قادیانیت جب کوئی مذہب نہیں، خالص یہودی اور افرنگی سازش کا نام احمدیت ہے تو ایسی احمدیت کے ترجمان فتنہ پردازوں کو مذہبی مباحث میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے جو وہ ان مسائل کو موضوع بحث بناتے پھرتے ہیں؟ لہٰذا پہلے اپنا ایمان ثابت کریں پھر مذہبی بحث ہوگی۔

۲:... عیسیٰ علیہ السلام کی وفات بقول مرزا خود اس کے الہام اور وحی سے ہوئی ہے۔ مرزا کہتا ہے کہ یہ ایسا بھید (راز) تھا جسے اس کے علاوہ کسی نے نہ جانا (خزائن:۵۵۳، ج:۵) بارہ برس تک بارش کی طرح الہام نازل ہوتا رہا جب جاکر مرزا کو یقین آیا کہ عیسیٰ مرگیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر قرآن وحدیث کی بات ہوتی تو پہلے ہی مرزا یقین نہ کرلیتا؟ یا اور کسی مفسر مجدد کو یہ بات معلوم نہ ہوتی؟ جب معاملہ یہ ہے کہ مسئلہ وفات عیسیٰ کا دارومدار مرزا کے الہام پر ہے تو اس میں بحث وتمحیص سے کیا حاصل؟ مرزائیوں کو مرزا کی شیطانی وحی مبارک ہو۔ ہماری ہدایت کے لئے قرآن کافی ہے جس میں حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ موجود ہے۔

۳:... مرزائیت میں دعاوی اصل نہیں، اصل مرزا قادیانی کی ذات ہے۔ چنانچہ اسلام اور کفر کا مدار مرزا کے دعاوی پر نہیں بلکہ مرزا کی ذات کی تصدیق وتکذیب پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص اجرائے نبوت، وفات عیسیٰ اور مہدی کے ظہور کا قائل تو ہو مگر مرزا کو نہ مانتا ہو بلکہ بہاء اللہ ایرانی کو مانتا ہو تو باوجود تمام دعاوی تسلیم کرنے کے وہ مرزائی گروپ سے خارج ہے۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔" (مجموعہ اشتہارات ص:۲۷۵، ج:۳)

"خداتعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے ہر ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔" (اخبار الفضل:۱۹۵۳ء)

اس سے معلوم ہوا کہ اصل اور مختلف فیہ چیز مرزا کی ذات ہے، لہٰذا صدق وکذب کی روشنی میں مرزا کی ذات پہلے واضح ہونی چاہئے نہ کہ دعاوی۔ ذات مسلم ہے تو بات خود بخود مان لی جاتی ہے۔

۴:... انفرادی طور پر بھی اپنے دعاوی کے بارے میں مرزا جی نے خود ہی فیصلہ سنادیا ہے کہ یہ مسائل موضوع بحث بننے کے لائق نہیں۔

وفات مسیح:

"ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ مسیح کی وفات حیات پر جھگڑے اور مباحثہ کرتے پھریں یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے۔" (ملفوظات احمدیہ ص:۲۷، ج:۲)

"یہ بات صحیح نہیں کہ میرا دنیا میں آنا صرف حیات مسیح کی غلطی کو دور کرنے کے واسطے ہے.... یہ غلطی دراصل آج نہیں پڑی بلکہ میں جانتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ غلطی پھیل گئی تھی اور کئی خواص اور اولیاء اللہ کا یہی خیال تھا۔ اگر یہ کوئی ایسا اہم امر ہوتا تو خدائے تعالیٰ اسی زمانے میں اس کا ازالہ کردیتا۔" (احمدی اور غیر احمدی میں فرق ص:۳)

مسیح موعود:

"اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔" (ازالہ اوہام خزائن:۱۹۲، ج:۳)

مثیل مسیح:

"میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہوگیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار مثیل مسیح آجائیں۔" (ازالہ اوہام خزائن:۱۹۷، ج:۳)

دعویٰ مہدی:

"سنت جماعت کا یہ مذہب ہے کہ امام

محمد مہدی فوت ہوگئے ہیں اور آخری زمانہ میں انہیں کے نام پر ایک اور امام پیدا ہوگا، لیکن محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں ہے۔"

(ازالہ اوہام خزائن:۳۴۴،ج:۳)

"(مسیح ابن مریم کے بعد) دوسرے مہدی کی ضرورت ہی کیا ہے.... یوں تو ہمیں اس بات کا اقرار ہے کہ پہلے بھی کئی مہدی آئے ہوں اور ممکن ہے کہ آئندہ بھی آویں اور ممکن ہے کہ امام محمد کے نام پر بھی کوئی مہدی ظاہر ہو۔"

(ازالہ خزائن:۴۰۹،ج:۳)

الحاصل:

مذکورہ بالا دعاوی کو موضوع بحث نہ بنانا خود مرزا جی کی تحریرات سے ثابت ہے کیونکہ خاص مسئلہ وفات مسیح کی اصلاح کے واسطے وہ نہیں بھیجا گیا اور جس دعویٰ میں اُس جیسے دس ہزار اور آسکتے ہیں اور جب محققین کا فیصلہ ہے کہ مہدی کا آنا یقینی امر نہیں تو پھر غیر محقق مرزائیوں کو مرزا کی خاطر لڑنا جھگڑنا یا اسے مہدی بنانے کی فکر کرنا بے سود ہے۔

وفات عیسیٰ مسیح یا اجرائے نبوت جیسے مسائل پر مرزائیوں کو بحث کرنے کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ مرزا "مسیح" بن سکے اور دعویٰ نبوت میں سچا ثابت ہوجائے تو جب یہ ساری تکلیف مرزا کو سچا ثابت کرنے کے لئے ہے تو پھر پہلے ہی سے صداقت مرزا پر بحث کیوں نہیں کرتے جو تمہارا اصل مقصد ہے؟ بالخصوص جبکہ صداقت مرزا کا موضوع علمی بھی نہیں ہر خاص وعام آسانی اس کو سن کر فوری حق وباطل کا فیصلہ کرسکتا ہے، نہ ثالث کی ضرورت ہے نہ علم سے واقفیت کا احتیاج تو پھر عوام کو علمی بحثوں میں الجھانے کی کیا حاجت؟ بہتر ہے کہ مرزا کے کریکٹر اور اس کے صدق وکذب پر ہی بحث کی جائے۔

تعبیر کی تلخی اور اس کا تقاضا:

قادیانی لابی یہ ثابت کرنے کے لئے پروپیگنڈا کی ساری قوت صرف کردیتی ہے کہ علماء اسلام ہمیشہ قادیانیوں کے مقابلے میں سخت زبان اپناتے ہیں اور اس مکروہ پروپیگنڈے سے بعض ہمارے اہل علم اور دانشور کہلانے والے لوگ بھی متاثر ہوجاتے ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ اس کا بنیادی سبب متاثر ہونے والوں میں معلومات کی کمی ہے یا حقیقت حال تک اُن کی رسائی نہیں یا یہ کہ وہ لوگ قادیانیت کو فتنہ اور زہریلا جراثیم نہیں سمجھتے۔ خال خال یہ اسباب بھی کارفرما ہوتے ہیں لیکن بنیادی سبب متاثر ہونے کا وہی ہوتا ہے جس کو راقم السطور نے مکروہ پروپیگنڈا سے تعبیر کیا ہے۔

"ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ." (النحل:۱۲۵) "ادفع بالتی هی احسن." (حٰم السجدہ:۳۴) "فقولا له قولا لینا لعله یتذکر ویخشیٰ" (طٰہٰ:۴۴) کی تعلیم اور نبی کی شیریں زبانی کا اسوۂ حسنہ بھلا وارثین انبیاء کی جانے والی جس جماعت کے پاس ہو اس پر سخت زبانی اور بدزبانی کا الزام قائم کرنا مکروہ پروپیگنڈا نہیں تو اور کیا ہوگا۔ ہمیں حیرت قادیانیوں پر نہیں بلکہ اُن لوگوں پر ہے جو تلخی یا شیرینی کے معیار سے نابلد ہوتے ہوئے بھی علماء اسلام پر ترش کلامی کا الزام عائد کردیتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات ذہن نشین رکھنے کی ہے کہ عنوان کی ترشی یا تعبیر کی تلخی جس کو موجودہ دور کی اصطلاح میں منفی عنوان اور نیگیٹو پہلو سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سیدھے سادے لفظوں میں اُسی کو گالی اور بدزبانی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس کا معیار کیا ہے؟

قرآن وحدیث سے قطع نظر، آیئے پہلے عقلی طور پر، اس کے بعد پھر مرزا قادیانی کے بیان کردہ اصول ومعیار کی روشنی میں ہم اس کا فیصلہ کرتے ہیں۔

عقلی معیار:

دنیا کا یہ اصول ہے کہ بیماری جس قدر سخت ہو اسی کے لحاظ سے تیز دوا دی جاتی ہے، اس تیز دوا کو ہی مناسب اور کامیاب علاج سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ علم بلاغت اور علم بیان کی زبان میں یہ کہا جاتا ہے کہ مخاطب کا انکار جس قدر شدید ہوگا، اثبات کے لئے اتنا ہی زیادہ تاکید لائی جاتی ہے۔ ان تاکیدی الفاظ کو اہل علم فصاحت اور بلاغت سے تعبیر کرتے ہیں، ان الفاظ کو زائد اور فضول نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح کوئی فتنہ سخت اور بھیانک ہوگا تو اس کے دفاع اور فتنے سے تحفظ کے طور وطریق بھی اسی مناسبت سے اپنائے جائیں گے۔ فتنہ کی خطرناکی اور زہرناکی ظاہر کرنے

خیر کم من تعلم القرآن وعلمه

آن لائن قرآن پاک کی تعلیم حاصل کریں، اب آپ دنیا کے کسی کونے میں بھی ہوں، قرآن پاک پڑھنا بہت آسان، آن لائن قرآن پڑھنے اور اپنے بچوں، بچیوں کو قرآن پاک پڑھانے کے لئے رابطہ کریں۔

Contact Skype' Quranteacher772

Phone, +923027794823

کی غرض سے وہی تعبیر اپنائی جائے گی جو اس منشا اور مقصد کو پورا کر سکے۔ اس برمحل تعبیر کو سخت کہا جاسکتا ہے نہ ہی دشنام دہی اور دشنام طرازی، اس کو کسی زاویے سے شدت پسندی بھی نہیں کہہ سکتے بلکہ اہل ہوش اس کو مناسب ہی کہیں گے۔

اب آپ غور کریں کہ قادیانی فتنہ کس قدر بھیانک اور دین وایمان کے لئے کس قدر خطرناک ہے! قادیانیت کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس نے فتنہ پرور انگریزوں اور فتنہ گروہوں کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ قادیانیت کا دین اسلام سے دور کا بھی واسطہ اور رابطہ نہ ہونے کے باوجود اسلام دشمن حکومتوں اور طاقتوں کے بل بوتے مرزا غلام احمد قادیانی نے تمام اسلامی اصطلاحات کو نئے معنی کا جامہ پہنا کر اُن کی آڑ میں اپنے آپ کو نبی، اپنے بیٹوں میں سے ایک کو خدا اور دوسرے کو قمرالانبیاء، اور اپنی بیوی کو امہات المومنین، باشندگان قادیان جس کو کبھی یزیدی الطبع اور پلید کہتا تھا ان کو صحابہ اور جس جگہ زمین کو بھی ناپاک اور پلید کہا کرتا تھا اسی قادیان کو خدا کے رسول کا تخت گاہ، قادیان میں اپنے باپ کی بنوائی ہوئی مسجد کو مسجد اقصیٰ، حضرت مریم کی جگہ خود کو مریم اور خود اپنے ہی کو عیسیٰ ابن مریم اور افیون، بھنگ، شراب وغیرہ کا رسیا ہوتے ہوئے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل و بروز ہی نہیں، حضور سے بھی افضل تک ہونے کا دعویٰ کرنے لگا اور تمام اپنے کفریات اور ہذیانات کو دین اسلام کا نام دے کر خالص اور اصل دین اسلام کو مٹانے کی اُس نے سردھڑ کی بازی لگادی۔

اس قدر بھیانک فتنہ اور اتنے بڑے فتین سے عوام کو باخبر کرنے اور اس فتنے کی اصلیت ظاہر کرنے کے لئے مذکورہ اصول کے مطابق اگر ہم وہ تعبیر اپنائیں جو صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک اس فتنے کے بھیانک روپ اور اس کی زہرناکی کو لوگوں پر واضح کر سکے تو اس کو تعبیر کی تلخی اور کلام کی ترشی، منفی اور نیگٹیو سے نہیں بلکہ حقیقت کو واشگاف کرنے کے لئے مناسب اور موزوں سے تعبیر کیا جانا انصاف کی بات ہوگی۔ اس کے برعکس اگر ہم مرزا قادیانی کو حضرت کہنے لگیں تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسے ''فرعون صاحب، ابوجہل صاحب اور مسیلمہ صاحب'' اور قادیانی پروپیگنڈا سے متاثر ہونے والے انصاف پسندی کے دعویدار لوگ ہی مداہنت فی الدین کا ہمیں طعنہ دینے لگیں گے، پھر شریف و رذیل میں فرق اٹھ جائے گا اور فرق مراتب کی قدر ختم ہو جائے گی، نیز حق و باطل میں التباس پیدا ہو جائے گا۔

مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ علماء پر ترش کلامی کا الزام عائد کرنے والے تہذیب وثقافت کے بے جا دعویداران ذرا اپنے گریبان میں بھی تو جھانک کر دیکھیں کہ انہوں نے اپنی زبان کو کب کنٹرول میں رکھا اور کتنی بار کتنی جگہ ''جناب مسیلمہ صاحب اور حضرت فرعون صاحب یا محترم ابوجہل صاحب'' لکھا اور استعمال کیا ہے؟ اگر نہیں تو مرزا قادیانی جیسے ننگ دین، ننگ وطن، ننگ ملت اور بھیانک مجرم کو ہی آداب والقاب سے نوازے جانے پر وہ مصر کیوں ہیں؟ اور صرف علماء اسلام ہی کی زبان سے مرزا کی نسبت احترام کے متمنی کیوں ہیں؟ اُن کے قول وفعل کا تضاد اور ترشی وشیرینی کا دہرا معیار خود واضح کرتا ہے کہ وہ خود ساختہ تہذیب وثقافت کے دلدادہ ہیں، معیاری تہذیب وثقافت کی انہیں ہوا بھی نہیں لگی یا پھر یہ کہ وہ تہذیب وثقافت کے بے جا دعویدار ہیں۔

مرزائی معیار نمبر۱:

اس عقلی دلیل کے علاوہ مرزائی نصوص صریحہ بھی ہمارے حق میں ہیں کہ جو تعبیرات موقع اور محل کی عکاسی کر سکیں اُن کے استعمال کو بداخلاقی، بدزبانی، سخت کلامی اور منفی پہلو سے تعبیر کرنا سخت غلطی ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیے مرزا قادیانی کا ایک بیان کردہ معیار:

''وقت اور محل کی مصلحت سے کبھی معالجہ کے طور پر سخت الفاظ بھی استعمال کر لیتے ہیں لیکن اس کے استعمال کے وقت نہ اُن (امام الزماں) کا دل جلتا نہ طیش کی صورت پیدا ہوتی ہے اور نہ منہ پر جھاگ آتی ہے.... یہی وجہ ہے کہ اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اکثر سخت الفاظ اپنے مخاطبین کے حق میں استعمال کئے ہیں، جیسا کہ سور، کتے، بے ایمان، بدکار وغیرہ وغیرہ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ نعوذ باللہ آپ اخلاق فاضلہ سے بہرہ تھے کیونکہ وہ تو خود اخلاق سکھاتے اور نرمی کی تاکید کرتے ہیں بلکہ یہ لفظ جو اکثر آپ کے منہ پر جاری رہتے تھے یہ غصہ کے جوش اور مجنونانہ طیش سے نہیں نکلتے تھے بلکہ نہایت آرام اور ٹھنڈے دل سے اپنے محل پر چسپاں کئے جاتے تھے۔'' (ضرورۃ الامام، خزائن:۴۷۷، ج:۱۳)

اپنی بدزبانی اور خبث باطنی پر پردہ ڈالنے کے لئے ''وجیھا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین'' (آل عمران:۴۴) کے سند یافتہ خوش خلق اور شیریں زبانی کا خدائی سرٹیفکیٹ کا حامل، اولوالعزم نبی، حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کی جو سخت توہین بدزبانی کے عادی مجرم مرزا قادیانی نے کی ہے اور اُن پر جو اتہامات اور الزامات اس نے لگائے ہیں خدا پناہ میں رکھے! یہ جھوٹی ثقافت وتہذیب کے دلدادہ لوگوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو احترام مذاہب اور احترام بانیان مذاہب کا جھوٹا بینر لگا کر ناواقفوں کی آنکھ میں دھول جھونکتے پھرتے ہیں ایک لمحہ فکریہ ہے! زیر بحث موضوع پر آئیے اور یہ دیکھئے کہ مرزا کے بیان کردہ اس معیار کی روشنی میں جب غلیظ سے غلیظ الفاظ اور تعبیر محل پر چسپاں ہونے

کی شرط پر (جبکہ سور اور کتے تو کسی حال میں محل پر چسپاں نہیں ہوسکتے) اور اس شرط پر کہ جوش وجنون سے استعمال نہ کئے جائیں نرم خوئی اور خوش اخلاقی میں داخل ہوسکتے ہیں اور نعوذ باللہ من ذالک مرزا اور مرزائیوں کے نزدیک نبی اور امام الزماں کسی انسان کو ایسے غلیظ سے تعبیر کرسکتا اور بلاسکتا ہے تو ہماری تعبیرات تو ان سے کہیں ہزار ہا درجہ ہلکی پھلکی محل پر چسپاں ہونے والی ہیں اور جوش وجنون سے کوسوں دور بلکہ علمی اور فنی تعبیرات ہوتی ہیں جیسے کہ کذاب، دجال، جھوٹا، بھیانک مجرم، ٹاؤٹ وائن اور افیون کا رسیا وغیرہ وغیرہ، پھر ہمیں سخت زبان اور بدزبان کس معیار کی بنیاد پر گردانا جاتا ہے؟

مرزائی معیار نمبر۲:

اتمام حجت کے لئے ماضی قریب کا بھی ایک حوالہ یاد رکھنا چاہئے جو نئی تہذیب وثقافت کی کورٹ و کچہری سے بھی سند یافتہ ہے اور معرض استدلال میں ہونے کی وجہ سے ”مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری“ کا مصداق ہے۔

۱۹۳۵ء میں مرزائی وکیل جلال الدین شمس نے بہاول پور کے مقدمے میں ڈسٹرکٹ جج بہاول پور جناب محمد اکبر خان صاحب کے سامنے مرزا قادیانی کی بدزبانی اور بدکلامی پر عذر قائم کرتے ہوئے تحریری طور پر جو بیان دیا وہ ملاحظہ فرمایئے۔ جلال الدین شمس نے پہلے مرزا کی تحریر کا ایک لمبا چوڑا اقتباس نقل کیا ہے، جس کے مختصراً چند جملے یہاں نقل ہیں:

مرزا کی تحریر:

”اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے دشنام ہی تصور کرلیتے ہیں حالانکہ دشنام اور سب اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے.... حضرت مسیح کا یہودیوں کے معزز فقیہوں... بزرگ مقتداؤں... کو نہایت دل آزار اور خلاف تہذیب لفظوں سے یاد کرنا کہ تم حرام زادے ہو، حرامکار ہو، شریر ہو، بدذات ہو، بے ایمان ہو، احمق ہو، ریاکار ہو، شیطان ہو، جہنمی ہو، تم سانپ ہو، سانپوں کے بچے ہو، کیا یہ سب الفاظ معترض کی رائے کے موافق فاش اور گندی گالیاں نہیں ہیں؟“ (ازالہ اوہام، خزائن:۱۰۹، ج:۳)

(جاری ہے)

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ
مکمل علاج، مکمل خوراک
قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام
فیصل
معجون قوتِ اعصاب زعفرانی
33 اجزا کا اکسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پر کیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید
33 اجزا

معجون تسکین دل
دل کے تمام امراض کے لیے مفید ہے۔
دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ
دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
جگر و معدہ کی اصلاح کرکے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔
قیمت 1200 روپے
وزن 500 گرام
پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577
فیصل FOODS ستارہ پلازہ ڈی گراؤنڈ پیپلز کالونی فیصل آباد

عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نویدِ مسرت

تقریباً 40 سال بعد پہلی مرتبہ مجاہدین وشہدائے ختم نبوت کی لازوال قربانیوں کا ثمرہ منظر عام پر!

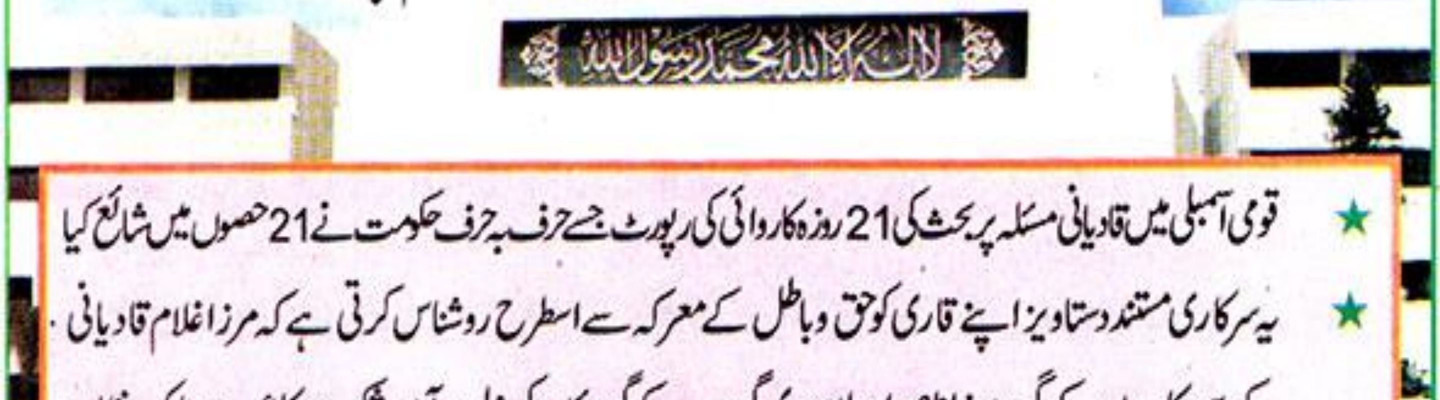

★ قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی 21 روزہ کاروائی کی رپورٹ جسے حرف بہ حرف حکومت نے 21 حصوں میں شائع کیا

★ یہ سرکاری مستند دستاویز اپنے قاری کو حق وباطل کے معرکہ سے اسطرح روشناس کرتی ہے کہ مرزا غلام قادیانی کے پیروکاروں کے گرو مرزا ناصر اور لاہوری گروپ کے گروؤں کی ذلت آمیز شکست کا عبرت ناک نظارہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

★ یہ رپورٹ مرزا غلام قادیانی اور قادیانیت کے کذب ودجل پر مہر اور ہر قادیانی ولاہوری کے لئے ''اتمام حجت'' ہے۔

★ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے پہلی مرتبہ انتہائی کاوش وعرق ریزی سے تحقیق وتخریج سے آراستہ کرکے سرکاری رپورٹ کو 5 جلدوں (2952 صفحات) میں شائع کردیا ہے۔ جوکہ مجلس کے ہر دفتر سے صرف لاگت کے خرچہ -/1000 روپے پر دستیاب ہے علاوہ ڈاک خرچہ، نیز vp کی سہولت حاصل نہ ہوگی۔

★ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے سارے عالم میں اس ''اتمام حجت'' کو قائم کرنے کیلئے یہ پانچ جلدیں انٹرنیٹ پر ملاحظہ کرنے اور مفت محفوظ download کرنے کی سہولت بھی بہم پہنچادی ہے۔

صرف ایک کلک سے ملاحظہ اور ڈاؤن لوڈ فرمائیں

www.amtkn.com
www.khatm-e-nubuwwat.com
www.khatm-e-nubuwwat.info
www.laulak.info
www.facebook.com/amtkn313

www.amtkn.com/nareportv1.pdf
www.amtkn.com/nareportv2.pdf
www.amtkn.com/nareportv3.pdf
www.amtkn.com/nareportv4.pdf
www.amtkn.com/nareportv5.pdf

ameer@khatm-e-nubuwwat.com, popalzai@amtkn.com

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوة ملتان

061- 4783486
0300-4304277